ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

بیادگار
مولانا مفتی محمود

رجم کی شرعی حیثیت؟

نظام العلماء پاکستان کا تنظیمی بحران بخیر و خوبی ختم ہو گیا

تفصیلات صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲ مئی تا ۲۸ مئی ۱۹۸۱ء | شمارہ ۲۱ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہر زمانے میں پیمبر بھی نبیؑ بھی آئے　　مُصلح ملّی و ملکی بھی رِشی بھی آئے
حق کے جویندہ بھی حق کے ولی بھی آئے　　واقفِ محرمِ اسرارِ خفی بھی آئے
آئے دُنیا میں بہت پاک مکرّم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

کس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو　　کس نے پیغامِ مساوات سُنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو　　کس نے اس حُسن کا دیوانہ بنایا سب کو
تم نے دیکھا ہے بہت دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گذرا ہو تو لو نام اس کا

کوئی صدیقؓ سا گذرا ہو تو للہ دکھاؤ　　تم نے فاروقؓ سا دیکھا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی عثمانؓ سا آیا ہو تو للہ دکھاؤ　　کوئی حیدرؓ کا سا پایا ہو تو للہ دکھاؤ

ثانیِ احمدِ بے میم تو کیا لاؤ گے
اُس کی اُمّت کی مثالیں بھی نہیں پاؤ گے

حضرت جگر مرادآبادیؒ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

جلد ۲۴ شمارہ ۲۱

جمعۃ المبارک ۱۰ رجب تا ۱۶ رجب ۱۴۰۱ھ

سرپرست
حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ

نگران اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر
ابوعمار زاہد الراشدی

مدیر معاون
زاہد بلند شہری

چیف رپورٹر
راؤ منور احمد خاں

بدل اشتراک

سالانہ : ۶۵ روپے
ششماہی : ۳۳ روپے
سہ ماہی : ۱۷ روپے

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ "ترجمان اسلام" رنگ محل لاہور
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

الحمد للہ ثم الحمد للہ

۱۲ مئی کو اخبارات کے ذریعہ یہ معلوم کر کے ملک بھر میں جماعتی احباب نے اطمینان کا سانس لیا کہ نظام العلماء پاکستان کا وہ تنظیمی بحران جو گذشتہ چند ماہ سے نظام العلماء کے کارکنوں اور بہی خواہوں کے لئے انتہائی کرب و الم کا باعث بنا ہوا تھا۔ بحمد اللہ تعالےٰ اس کا انجام بخیر ہوا ہے اور حضرت الامیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ العالےٰ اور ناظم عمومی حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالیٰ کی قیادت پر مکمل اعتماد کے اظہار کے ساتھ چار نئے مرکزی نظماء مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن، مولانا سید محمد شاہ امروٹی، حاجی محمد زمان خان اچکزئی اور مولانا سید امیر حسین گیلانی کے چناؤ پر نظام العلماء پاکستان کو اپنی تاریخ کے سنگین ترین تنظیمی بحران سے نجات مل گئی ہے فالحمد للہ علی ذلک۔ زندہ، متحرک اور نظریاتی جماعتوں میں اس قسم کے بحران آیا کرتے ہیں اور ان کے راہنماؤں اور کارکنوں کا خلوص اور اپنے مشن کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی بالآخر ان بحرانوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ وقتی اغراض کے تحت تشکیل پانے والے سیاسی گروہوں اور نظریاتی جماعتوں کے درمیان فرق و امتیاز کا ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ وقتی سیاسی گروہ بحرانوں کی لپیٹ میں آتے ہی نسیاً منسیا ہو جاتے ہیں اور نظریاتی جماعتیں بحرانوں اور طوفانوں کے درمیان سے اپنا راستہ سیدھا کرتے ہوئے منزل کی طرف گامزن رہتی ہیں۔

نظام العلماء پاکستان اس قافلۂ حق و صداقت کا نام ہے جس کے قائدین کی صف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت امام ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبد العزیزؒ، امیر المومنین سید احمد شہیدؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمودؒ جیسے عظیم المرتبت قائدین یکے بعد دیگرے کھڑے نظر آتے ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کی وفات پر دنیا والوں نے کہا کہ اب اس قافلہ کا سالار کون ہو گا؟ اور اب اس کاروان کا سفر کیسے جاری رہے گا؟ لیکن قافلۂ مجددیؒ اور کاروان ولی اللہیؒ نے ہر دور میں وقت کے اس سوال کا جواب جہد مسلسل اور جرأت و عزیمت

کی زبان میں دیا اور تاریخ کی اس صداقت پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ نظریاتی قافلے شخصیات کے سہارے نہیں بلکہ راہنماؤں کے خلوص اور کارکنوں کے جذبہ و عمل کے زادِ راہ کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ آج بھی مولانا مفتی محمودؒ جیسی عظیم المرتبت اور قد آور شخصیت کی جدائی پر وقت کی پیشانی اسی سوال سے مزین ہے اور ہمیں اپنے تنظیمی بحران پر قابو پانے کے بعد سب سے پہلے وقت کے اس سوال کا جواب دینا ہے، لیکن یہ اسی صورت ممکن ہوگا جب ہم بحران کے دور کی تلخیوں کو دلوں سے نکال دیں گے۔ ہم اور وہ کا امتیاز ذہنوں سے محو کر دیں گے۔ باہمی محبت و اعتماد کو عمل کی دنیا میں فروغ دیں گے اور اپنی صفوں کو از سر نو منظم کرتے ہوئے اسلامی نظام کے نفاذ اور جمہوری عمل کی بحالی کی منزل کی طرف عزیمت و استقامت کے سفر کا آغاز کریں گے۔ ہم نظام العلماء پاکستان کے تنظیمی بحران کے خاتمہ پر اس سلسلہ میں مخلصانہ مساعی کرنے والے سب اکابر و احباب بالخصوص حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد اجمل خان دامت برکاتہم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ امام ولی اللہؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کا یہ قافلہ حاسدین کی نظرِ بد سے محفوظ رہتے ہوئے باہمی محبت و اعتماد کے ساتھ اسلامی معاشرہ کے قیام کی منزل کی طرف گامزن رہے آمین یا الٰہ العالمین۔

فرانس کا صدارتی انتخاب اور عالمِ اسلام کی ذمہ داری

فرانس کے صدارتی انتخاب میں بائیں بازو کے امیدوار موسیو فرانکو متراں برسرِ اقتدار صدر جسکارڈ ڈیستان کو شکست دے کر فرانس کے صدر منتخب ہو گئے ہیں۔ بظاہر یہ ایک معمول کی کارروائی ہے لیکن فرانس جیسے ملک میں سوشلسٹ امیدوار کا کمیونسٹوں کے تعاون سے الیکشن جیت جانا بہت سے مضمرات کا حامل ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مغربی یورپ میں سرمایہ دارانہ نظام کے نظریاتی حصار میں شگاف پڑ گیا ہے اور تعجب و حیرت کی بات یہ ہے کہ سوشلسٹ کمیونسٹ گٹھ جوڑ نے یہ کامیابی اپنی روایات اور تاریخ کے برعکس بُلٹ کی بجائے بیلٹ کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ کمیونزم کا سرمایہ دارانہ جمہوریت کو اسی کے ہتھیار سے شکست دینا اس امر کا ثبوت ہے کہ سرمایہ دارانہ جمہوریت کی قوتِ مدافعت اضمحلال کا شکار ہو رہی ہے۔

اس ضمن میں بہت سے پہلو گفتگو طلب ہیں جن پر آئندہ کسی موقع پر ہم مفصل بات کریں گے انشاء اللہ۔ سر دست روزنامہ جنگ راولپنڈی کے اداریہ کو ہم اپنے خیالات کا کسی حد تک ترجمان مانتے ہوئے اسے اپنی گذارشات کا حصہ بنا رہے ہیں جو جنگ کے فاضل مدیر نے ۱۳ مئی کی اشاعت میں "سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور ناکامی" کے عنوان سے قلمبند کیا ہے:

"فرانس کے انتخابات میں موسیو فرانکو متراں کی کامیابی کو یورپ کے سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور پسپائی قرار دیا جا سکتا ہے۔ آج امریکہ اور یورپی ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے، لیکن دولت کی منصفانہ تقسیم اس کی فطرت کے بالکل مغایر ہے اور قومی دولت کا ایک چھوٹے طبقے کے ہاتھوں میں سمٹتے چلے جانا اس نظام کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ یہ نظام معاشرہ کو دو طبقوں میں منقسم کر دیتا ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہوتے ہیں جو دولت اور دولت پیدا کرنے کے وسائل سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ جن کے پاس بالکل وسائل نہیں ہوتے یا کم ہوتے ہیں۔ پہلا طبقہ کم وسائل رکھنے والے طبقے کے وسائل کو اپنی دولت اور اثر و رسوخ کے بل پر چھینتا رہتا ہے اور انہیں بھی معاشرہ کی اس اکثریت میں شامل کرتا رہتا ہے جو اس مالدار اور باوسائل اقلیت کی چاکری کرنے پر مجبور رہتی ہے یا پھر غربت اور بیروزگاری کے مصائب برداشت کرتی ہے۔ فرانس اور دوسرے یورپی ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام کے عروج کے ساتھ اس مالدار اقلیت اور احساسِ محرومی رکھنے والی اکثریت کے درمیان خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی رہی ہے چنانچہ صرف فرانس ہی نہیں برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک میں بیروزگاری، مہنگائی اور کساد بازاری میں زبردست اضافہ ہوا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے لازمی ثمرات ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کا یہ وہ پس منظر ہے جس کی بنا پر تمام یورپی ممالک میں اس نظام کے خلاف ردعمل پیدا ہو رہا ہے اور بتدریج شدید ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا ایک بڑی سیاسی تبدیلی کی صورت میں پہلا اظہار فرانس میں ہوا ہے۔ فرانس میں اٹھنے والی یہ بڑی لہر آہستہ آہستہ اسقدر بڑھ سکتی ہے کہ دوسرے یورپی ممالک بھی اس کی زد میں آ سکتے ہیں۔ یورپی عوام کے سامنے اگر کوئی متبادل نظام ہے تو وہ سوشلسٹ نظام ہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں جس قدر شدید ہوتی چلی جائیں گی اسقدر یورپی عوام سوشلسٹ طرز فکر کی طرف مائل ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ صورتحال مسلم ممالک کے لئے ایک لمحۂ فکر فراہم کرتی ہے۔ کمیونزم اور سوشلزم کا راستہ اگر کوئی نظام روک سکتا ہے تو وہ اسلام کا نظام ہے لیکن یورپی ممالک اور غیر مسلم دنیا کے عوام کو اسلام کی طرف اس وقت نہیں مائل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اسے کتابوں سے نکال کر عملی زندگی میں نافذ نہ کیا جائے

باقی ص ۲۴ پر

رجم کی شرعی حیثیت؟

شریعت بینچ کا فیصلہ عام عقل کے بھی خلاف ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی دونوں کی سزا سَو درّے ہے، حالانکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بہر صورت برابر نہیں ہو سکتے۔ فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ کی بنیاد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ پر رکھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت معاذ رضؓ نے عرض کی کہ میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جس مسئلہ کا حل قرآن مجید میں نہ ملے گا وہ سنّت سے تلاش کروں گا۔ اگر دونوں میں حل نہ ملا تو اپنی صوابدید پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی منظوری عطا فرمادی۔

اسی طرز پر ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس مسئلہ کے بارہ میں الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحدٍ منہما مائۃ جلدۃ۔ النور ۲۰ آیت موجود ہے۔ اسی آیت کو شریعت بینچ نے دلیل کے لئے پیش کیا ہے اور اسی سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا سو دُرّے ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی تخصیص نہیں۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

زانی عورت اور زانی مرد کی سزا سَو دُرّے ہے۔

یہاں شادی شدہ یا غیر شادی شدہ زانی کا تذکرہ نہیں لہٰذا پھر ہم سنّت سے راہنمائی لیتے ہیں۔ کتب احادیث میں تین رجم کے مشہور واقعات موجود ہیں۔ بخاری و مسلم میں یہ واقعات کتاب الحدود میں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔

ایک واقعہ حضرت ماعز بن مالک رضؓ کا ہے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضؓ سے دریافت فرمایا:

هل احصنت کیا آپ شادی شدہ ہیں؟

حضرت ماعز رضؓ نے جواب دیا نعم ہاں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

اذهبوا به فارجموه اس کو لے جاؤ اور رجم کر دو۔

دوسرا واقعہ غامدی عورت کا ہے فلما وضعت۔۔۔ فرجمت۔ جب اس نے بچہ جن لیا۔۔۔ پرورش کا بندوبست ہوگیا تو اس کو رجم کر دیا گیا۔

تیسرا واقعہ حضرت انیس رضؓ کی بیوی کا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس رضؓ کو حکم دیا اگر وہ اقرارِ جرم کر لے تو اس کو رجم کر دو۔ فاعترفت فامر بها صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت پس اس عورت نے اقرار کر لیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ جس غلام نے حضرت انیس رضؓ کی بیوی سے زنا کیا تھا اس کو سو درّے لگائے گئے۔

ان واقعات سے بالکل واضح ہوگیا کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور اس پر اجماع ہے۔

مذکورہ بالا آیت الزانیۃ والزانی الخ کا مطلب مختلف تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مذکورہ بالا احادیث کے تینوں واقعات ذکر کرنے کے بعد تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت ہے قد تکرر رجم فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عملی طور پر زانی (شادی شدہ) کے لئے سزا رجم تھی۔ اس کے بعد بخاری و مسلم کا یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے جو حضرت عمر رضؓ کا خطبہ ہے:

"خشیت ان یطول بالناس زمان یقول قائل لانجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترك فریضۃ انزلها اللہ عزوجل الا ان الرجم حق علی من زنی وقد احصن۔ ایک زمانہ آئے گا کہنے والا کہے گا کہ ہم "رجم" کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس اس فرض کے ترک کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے گمراہ ہو جائیں گے۔ خبردار "رجم" خدائی حق ہے اس کے لئے جو شادی شدہ (زانی) ہو۔ تفسیر روح المعانی ج ۱۸ ص ۷۹

۲۔ تفسیر ابن کثیر نے مذکورہ بالا آیت کے تحت بخاری و مسلم کی تینوں احادیث ذکر کرنے کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار بیان کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا ہے:

فاما اذا کان بکرا لم یتزوج فان حدہ مائۃ جلدۃ کما فی الآیۃ ج ۳ ص ۲۶۰ پس اگر کوئی (زانی) کنوارہ ہو اور اس کی شادی نہ ہوئی تو اس کی حد سو درّے ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ وهو حکم یختص بمن لیس بمحصن لما دل ان حد المحصن هو الرجم۔ تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۹۳۔ یہ حکم (سو دُرّے) خاص اس کے لئے جو غیر شادی شدہ ہو اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ شادی شدہ (زانی) کی سزا رجم ہے۔

۴۔ الزانیۃ والزانی الخ لفظ عام ہے والمحصن بثبت حدہ الرجم۔ صاوی الجلالین ج ۳، ص ۱۰۰۔ الزانیۃ والزانی الخ لفظ عام ہے اور شادی شدہ کے لئے واضح ہے کہ اس کی حد "رجم" ہے۔

۵۔ بل ھو حکم من لیس بمحصن فان المحصن حکمہ الرجم۔ تفسیر کشاف جلد ۳، ص ۴۷ بلکہ (الزانیۃ والزانی الخ) حکم ان کے لئے ہے جو غیر شادی شدہ (زانی) ہے۔ پس بے شک شادی شدہ (زانی) کے لئے حکم رجم ہے۔

۶۔ الزانیۃ والزانی الخ لفظ عام یقتضی تعلیق الحکم ولکن السنۃ اخرجت المحصن وبینت ان حدہ الرجم۔
تفسیر جمل ج ۱۸ ص ۲۰۷
الزانیۃ والزانی لفظ عام ہے جو کسی حکم کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضہ کرتا ہے اور سنت سے مختص ہو جاتا ہے اور واضح ہے کہ (شادی شدہ زانی) کی سزا رجم ہے۔

۷۔ من زنی من الرجال او زنت من النساء وھو بکرًا غیر محصن فاجلدہ مائۃ جلدۃ۔ تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۵۲۔
مذکورہ آیت کے تحت لکھا "جو کوئی مردوں سے یا عورتوں میں سے زنا کرے اور وہ کنوارہ ہو شادی شدہ نہ ہو اس کی سزا سو درّے ہے۔

۔ قد ثبت ھذا بالسنۃ المتواترہ ان کان زانیان محصنین رمیھا بالحجارۃ حتی یموتا۔ فقد رواہ ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ ابوھریرۃ۔ جابر بن عبداللہ۔ ابوسعید خدری۔ زید بن خالد — بریدہ اسلمی فی روایا تھم ان رجلاً من الصحابۃ ماعز اقر بالزنا۔ فرجم وان امراتین اقرتا بالزنا فرجمتا۔ تفسیر المراغی ج ۱۸ ص ۶۸
تحقیق یہ سنت متواترہ سے ثابت ہے کہ اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت زید بن خالد اور حضرت بریدہ اسلمی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت ہیں کہ صحابہ میں سے ایک صحابی حضرت ماعزؓ نے زنا کا اقرار کیا اور اس کو رجم کیا گیا اور دو عورتوں نے (ایک بنی لخم کی ایک بنی غامد کی) دونوں نے زنا کا اقرار کیا ان کو رجم کیا گیا۔ (یہ تینوں شادی شدہ تھے)

۹۔ قال ابوبکر رازی لم یختلف فان حد الزانیین فی اول الاسلام واللذان یاتیانھا منکم فاذوھما ثم عن غیر المحصن بقولہ تعالیٰ۔ الزانیۃ والزانی الخ و عن المحصن بالرجم۔ تفسیر رازی ج ۳، ص ۵۵
حضرت امام رازی فرماتے ہیں کہ سلف کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بے شک شروع اسلام میں زانی کی حد اس آیت کے تحت واللذان یاتیانھا منکم فاذوھما تم میں سے جو کوئی یہ فعل کرے (زنا) اس کو ایذا دو۔ پھر اس آیت الزانیۃ والزانی الخ سو درّے غیر شادی شدہ اور شادی شدہ کے لئے "رجم" کا حکم مقرر ہوا۔

۱۰۔ خشیت ان یطول بالناس زمان الخ تفسیر خازن النور ۲ الزانیۃ والزانی الخ کے تحت تفسیر خازن نے حضرت عمرؓ کا مذکورہ خطبہ نقل کیا ہے اور یہ واضح کیا کہ شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔

۱۱۔ ولنا انہ قد ثبت الرجم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ وفعلہ فی اخبار تشبہ المتواتر واجمع علیہ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ المغنی جلد ۱۰ ص ۱۲۱
ہمارے لئے بے شک رجم (شادی شدہ زانی) کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سے ثابت ہے اور یہ خبر تواتر سے ہے اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔

- - - - - - - - - - - -
- - - - - - - - - -

۱۲۔ اتفقوا ان علی الحر والحرۃ اذا زنیا وھما محصنان الرجم۔ محلی ابن حزم ج ۱۱، ص ۲۳۱ یہ (مسئلہ) بالاتفاق ہے کہ اگر آزاد مرد اور عورت زنا کریں اور وہ شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا رجم ہے۔

۱۳۔ حضرت امام شافعی اپنی کتاب الام جلد ۶، ص ۱۳۳ پر لکھتے ہیں امرانیساً ان علی المراۃ فان اعترفت رجمھا فاعترفت فرجمھا۔ قال الشافعی۔ فیہ حجۃ فی ان یرجم من اعترف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیسؓ کو ارشاد فرمایا کہ اگر تیری بیوی اعتراف کرلے تو اس پر رجم ہے۔ پس اس عورت نے اعتراف کر لیا۔ پس اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس پر یہ حجت ہے کہ جو شادی شدہ زانی ہو اس کو رجم کیا جائے گا۔

۱۴۔ ان رسل الخوارج جاؤا الی عمر بن عبدالعزیز عابوا علیہ الرجم قالوا لیس فی کتاب اللہ الا الجلد فقال لھم عمر وانتم لا تاخذون الا فی کتاب اللہ قالوا نعم۔ قال فاخبرونی عن عدد الصلوٰت المفروضات وعدد ارکانھا ورکعاتھا ومواقیتھا۔ این تجدون فی کتاب اللہ واخبرونی ماتجب الزکوٰۃ فیہ ومقادیرھا فقالوا انظرنا فرجعوا یومھم ذالک۔ فلم یجدوا شیئًا مما سالھم عنہ فی القرآن۔ قالو فلم نجدہ فی القرآن قال فکیف ذھبتم الیہ قالو الان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ وفعلہ المسلمون بعدہ فقال۔ فکذالک الرجم فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجم ورجم خلفاءہ بعدہ والمسلمون۔
شرح الکبیر جلد ۱۰ ص ۱۲۲

باقی ص ۱۰ پر

انتخاب لاجواب — حضرت مولانا محمد اجمل خانصاحب مدظلہٗ

ایک معصیت کے صدور پر خوفِ خدا کا غلبہ

حضرت منصور بن عمارؒ بسند متصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ ابن عبدالرحمن نامی ایک انصاری نوجوان ہمیشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اتفاقاً ان کا گزر کسی انصاری کے مکان سے ہوا۔ اندر کوئی خاتون غسل کر رہی تھیں۔ ان کی نظر پڑ گئی۔ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ معاً خیال آیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی میری اس حرکت کی اطلاع نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر بہت شرمندہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ و مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کے درمیان چھپ گئے۔ ان کی روپوشی کے بعد چالیس روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق لوگوں سے پوچھتے رہے عام طور پر یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان سے ناراض ہیں۔

ایک روز جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ پروردگار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی امت میں سے جو نوجوان ان پہاڑوں میں روپوش ہوا ہے وہ مجھ سے پناہ دوزخ چاہتا ہے۔ اس حکم پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو اس نوجوان کے لانے پر مامور کیا۔ یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ کی آخری حد تک گئے۔ یہاں ذفافہ نامی ایک مدنی راعی سے ملاقات ہوئی راعی سے نوجوان کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو اس نے بتایا کہ آپ لوگ غالباً اس نوجوان کی تلاش میں ہیں جو جہنم کی آگ سے ڈرتا پھرتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا؟

راعی نے عرض کیا جب آدھی رات ہوتی ہے تو وہ نوجوان ان پہاڑوں سے نکل کر باہر آتا ہے اس طرح کہ سر پر ہاتھ رکھے ہوئے اور رو رو کر کہتا ہے کاش! اے پروردگار تو میری روح کو قبض کر لیتا۔ میرے جسم کو ختم کر دیتا۔ مجھے فیصلے کے دن رسوا نہ کرنا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم کو اسی نوجوان کی تلاش ہے۔

ذفافہ ان دونوں حضراتؓ کے ساتھ رکا رہا تا آنکہ نصف شب میں یہی صورت حال پیش آئی۔ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر اس نوجوان کو پکڑنا چاہا۔ آہٹ پا کر اس نے امان امان اور دوزخ سے نجات نجات چلانا شروع کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے پہچان لو۔ میں عمر بن خطاب ہوں۔

نوجوان نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کے بارے میں معلوم ہو گیا؟

فرمایا: یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ کل تمہارا ذکر ہو رہا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے۔

نوجوان نے کہا: عمرؓ مجھ پر اتنا احسان کرو کہ مجھے ایسے وقت میں بارگاہ نبوت میں پیش کرنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوں اور حضرت بلالؓ تکبیر کہہ رہے ہوں۔

اس قول و قرار کے بعد جب حضرت عمرؓ اس کو لے کر حاضر ہوئے تو نماز ہو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نماز میں شریک ہو گئے۔ ادھر نوجوان نے جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ اور حضرت سلیمانؓ سے پوچھا کہ ثعلبہ کہاں ہے؟

عرض کیا کہ اس طرف بیہوش پڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہوش میں لائے اور فرمایا کہ تم کس وجہ سے روپوش تھے؟

عرض کیا: گناہ کی وجہ سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایک ایسی آیت نہ بتلا دوں جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے؟

عرض کیا: ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مجھے بتلا دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو:

باقی صفحہ ۱۰ پر

مشاہیرِ اسلام

ممتاز حسین

امیر المومنین سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آج ٦ مئی ہے۔ تقریباً ایک سو پچاس سال پہلے اسی دن تاریخ پاک و ہند کا وہ عظیم مجاہد اپنوں ہی کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گیا۔ جس نے اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور ملّی وجود کو خطرے میں دیکھ کر ایک ایسی تحریک شروع کی جو اگر کامیاب ہو جاتی تو ١٨٣١ء میں ہندوستان میں زوال پذیر اسلامی سلطنت نئی اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جاتی۔ اورنگ زیب عالمگیر مغل عہد میں پورے پچاس سال جس مقصد کے لئے کوشاں رہا سیّد احمد بریلوی شہیدؒ خلفائے راشدینؓ کی طرز پر حکومت قائم کر کے اسے پورا کر دیتے۔ سیّد صاحب کی تحریک کا مقصد ایک طرف مسلمانوں میں احیائے دین تھا۔ انہیں سچّا اور پکّا مسلمان بنانا تھا۔ دوسری طرف اسلامی ہندوستان میں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کر کے ان سے ملک کے وہ علاقے چھیننا تھا جن پر وہ مسلمانوں کے زوال کے باعث قبضہ جما بیٹھے تھے۔ یعنی یہ ہماری انفرادی اور ملّی زندگی کو تخریب و ہلاکت سے بچانے کے لئے وہ قدم تھا جو سراج الدولہ شہیدؒ نے میسور کے میدان میں اٹھایا تھا۔ لیکن جہاں پر یہ دونوں مجاہدین ہندوستان سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ سیّد صاحب شہیدؒ کے نزدیک اس مقصد کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام بھی تھا۔

تاریخ پاک و ہند کے یہ عظیم مجاہد ١٧٨٦ء میں رائے بریلی کے مقام پر پیدا ہوئے۔

سیّد صاحبؒ شروع سے ہی ہندوستان میں غیر ملکی تسلّط کے خلاف تھے اور اسے ختم کرنے کی تڑپ انہیں چین نہ لینے دیتی تھی۔ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں آپ نے نواب امیر محمد خان والیٔ ٹونک کی ملازمت صرف اس لئے اختیار کی کہ انگریزوں کے اس وقت نواب صاحب خلاف تھے، لیکن جونہی نواب نے انگریزوں سے صلح کر لی آپ نے فوراً اس کی ملازمت چھوڑ دی۔

تاریخ پاک و ہند کا یہ عظیم مجاہد اپنوں ہی کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گیا

١٨١٦ء میں آپ دہلی تشریف لے گئے تاکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادہ شاہ عبدالعزیزؒ سے فیض حاصل کر سکیں۔ یہاں پر آپ نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے۔ اس وقت ہندوستان کے مسلمان دینِ اسلام سے بہت دُور ہو چکے تھے۔ اسلامی شریعت کی جگہ ہندو اور انگریز کی مشرکانہ و ملحدانہ رسومات اپنا چکے تھے۔ ان میں بے شمار غیر اسلامی رسومات و بدعات رائج ہو چکی تھیں۔ شراب خوری، زرپرستی زرکشی۔ دن رات عیاشی میں مشغول رہنا۔ خوش پوشی اور خوش خوری کے لئے ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھی کرنا مسلمانوں کا شعار بن چکا تھا۔ برہمنوں اور عیسائی مشنریوں کے باعث قریب تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے ملی وجود کو ہی ختم کر دیتے۔ مختصراً ایسا معاشرہ جو عالمگیر کے زمانہ میں بڑا متحرک و منظم تھا اب کئی علّتوں کا شکار بن چکا تھا۔

اس مایوس کن فضا میں اس خوفناک صورتحال کا اندازہ جس شخص نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ صحّت کے ساتھ کیا وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ تھے۔ آپ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اگر مسلمان اسی ڈگر پر بے راہ روی کی زندگی گزارتا رہا تو ہندوستان میں مسلمانوں کا ملّی وجود انتہائی خطرے میں پڑ جائے گا اور ہندو اس سرزمین پر اسلام کو مٹانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لہذا آپ نے اصلاح مسلم کے لئے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کو حزب ولی اللہی کا نام دیا گیا۔ اس تحریک کا مقصد مسلمان امراء، علماء اور عوام کو معاشرے کی اصلاح کے لئے تیار کرنا تھا۔ مسلمان امراء سے شاہ صاحبؒ صرف یہ چاہتے تھے کہ وہ غیر اسلامی شعائر کو ترک کر کے خدا کے دین کی حفاظت کا فریضہ ادا کریں۔ سیّد احمد بریلوی شہیدؒ نے اس تحریک کو ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ انہیں تبلیغی دوروں میں

ہندوستانی مسلمانوں کے تمام حالات سے آپ آگاہ ہوئے۔ جہاں پر ہندوستان میں آپ کو بڑھتی ہوئی سامراجیت کے سائے نظر آئے، وہاں پر شمالی ہندوستان میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی داستانیں بھی سنیں۔ آپ نے ہندوستان میں اسلامی تشخص کو بچانے کے لئے جہاد کا فیصلہ کرلیا اور ان مجاہدین کی صف آرائی میں مشغول ہوگئے جن کو اسلامی سلطنت کے گرتے ہوئے قصر کی آخری مدافعت کرنا تھی۔

تحریکِ حزبِ ولی اللّٰہی کامیاب ہوجاتی تو برصغیر ------ کا نقشہ آج مختلف ہوتا ------

۱۸۲۱ء میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور واپسی پر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو جہاد کی تیاریوں کے لئے وقف کردیا۔ آپ کے ساتھی ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ ہر جگہ مسلمانوں نے آپ کی دعوتِ جہاد پر لبیک کہی۔ آپ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ ملک دارالاسلام نہیں رہا اور ہندوستان سے غیر مسلموں کو نکالنے کے لئے ہر مسلمان پر جہاد واجب ہے۔ آپ فوجی نقطۂ نگاہ سے پہلے پنجاب پر قابض ہونا چاہتے تھے اور پنجاب کو ہیڈکوارٹر بنا کر انگریزوں کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے تھے۔ اس تمام جد وجہد کا مقصد یہ تھا

"کہ ہندوستان میں خدا کا نام بلند ہو
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
کا احیاء ہو"

آپ ان سب قوموں کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھے جو اس اسلامی سلطنت پر آہستہ آہستہ قابض ہوتی جارہی تھیں۔ ان میں ہندو، سکھ اور انگریز سب ہی شامل تھے۔ جہاد شروع کرتے وقت آپ نے ہندوستان کے چند چیدہ چیدہ رہنماؤں کو خطوط لکھے ان میں آپ نے یہ واضح کردیا تھا

"میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں ہے کہ میں خزانوں کا مالک بنوں۔ مجھے عزت وجاہ امارت اور ریاست مل جائے۔ اپنے بھائیوں پر حکمران بن جاؤں یا اونچے خاندانوں والوں سے سلطنتیں چھین لوں اور انہیں ذلیل کردوں۔ تاج فریدوں اور تخت سکندری میری نظروں کے برابر بھی نہیں۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنت کا خیال تک دل میں نہیں لاتا۔ صرف یہ آرزو ہے کہ دنیا کے تمام خطوں میں خدا کے وہ احکام جاری ہو جائیں جنہیں ہم اسلامی شریعت کہتے ہیں۔ خدا کا نام بلند ہو اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تازہ ہو۔ صرف اسی کام کی تکمیل مقصود ہے خواہ یہ میرے ہاتھوں انجام پائے یا کسی دوسرے کے، جو تدبیر اس مقصد کے حاصل ہونے میں مدد دے وہ کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ تھا سید صاحبؒ کے جہاد کا مقصد اور زندگی کا نصب العین۔ یہ بلند مقصد صرف اسلام کے ابتدائی ایام میں نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے سید صاحبؒ .... دوسرے تمام رہنماؤں سے ممیز منفرد نظر آتے ہیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپ نے صوبہ سرحد کو جہاد کا مرکز بنایا۔

۱۲ جنوری ۱۸۲۶ء میں آپ چند ساتھیوں کے ہمراہ پشاور پہنچے۔ جہاں سے چارسدہ پہنچے پر جہاد کا آغاز کردیا۔ ۱۸۲۶ء میں اکوڑہ کے مقام پر سکھوں کو شکست دی۔ حضرو پر شب خون مار کر بہت سامال غنیمت حاصل کیا۔ ان مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے مجاہدین۔ سادات۔ علماء۔ مشائخ۔ امراء اور عوام سب نے آپ سے امامت جہاد کی بیعت کی۔ ہندوستانی مجاہدین آپ کو پہلے ہی سے امیر المومنین کہتے تھے۔ اہل سرحد نے آپ کو سید بادشاہ کہنا شروع کردیا۔ سرحد کے عوام سکھوں کے ظلم وستم سے تنگ آئے ہوئے تھے اس لئے سید صاحب کی ذات میں انہیں اپنی نجات نظر آئی۔ دو ماہ میں تقریباً اسی ہزار مجاہدین کا لشکر تیار ہوگیا۔ سرداران پشاور میں سے یار محمد خان نے اطاعت قبول کی لیکن جلد ہی اپنی غداری کے باعث ایک جنگ میں قتل ہوگیا۔

رنجیت سنگھ کا خیال تھا کہ سید صاحبؒ دو چار معرکوں کے بعد خود ہی دل برداشتہ ہو کر اس سلسلۂ جہاد کو بند کردیں گے، لیکن جلد ہی اسے آپ کی عظمت کا اندازہ ہوگیا۔ اس نے آپ کو لالچ بھی دینا چاہا لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ لیکن افسوس جہاں پر باطل کی قوتیں اپنے تمام تر حربوں کے باوجود ناکام ہوتی نظر آتی تھیں وہاں پر اپنوں ہی کی غداری سے یہ شمعِ حریت بجھ گئی۔

اس اثناء میں یار محمد خاں کے بھائی سلطان محمد خاں نے آپ سے معافی مانگ لی تھی، لہٰذا آپ نے اسے پشاور کا حاکم مقرر کردیا اور حکومت کے عہدوں پر مجاہدین کا تقرر کردیا۔ سلطان محمد خاں اور سرداران ستہ نے غداری کی اور رنجیت سنگھ سے ساتھ مل گئے۔ ایک خاص دن

آپ کے مقرر کردہ تمام عمال کو شہید کر دیا۔

سید صاحبؒ نے خود مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے مقصد کا یہ انجام دیکھا تو بہت دل برداشتہ ہوئے۔ آپ کاغان روانہ ہو گئے تاکہ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد شروع کی جا سکے۔ لیکن سکھ فوج سازش کے مطابق آپ کے تعاقب میں پہنچ گئی۔ اس پر آپ بالاکوٹ تشریف لے گئے۔ بالاکوٹ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ سکھ اس پر حملہ نہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں پر بھی ایک غدار نے لالچ میں آ کر سکھوں کو اس واحد راستہ سے آگاہ کر دیا جس سے بالاکوٹ پر حملہ آور ہوا جا سکتا تھا۔ لہٰذا سکھ فوج نے بالاکوٹ پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین انتہائی کم تعداد میں ہونے کے باعث سکھوں کو روکنے میں ناکام رہے۔ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بریلویؒ شہادت کے رتبے سے سرفراز ہوئے اور یوں احیاء امۃ اسلامی کا یہ ہراول دستہ وادی فنا میں جا پڑا۔

سید صاحبؒ گو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، لیکن آپ کی تحریک کی صدائے بازگشت برصغیر کے تمام گوشوں میں پہنچی۔ اس نے ملک کی سیاسی و مذہبی زندگی کو بہت متاثر کیا۔ آپ ایک ایسا نظام قائم کر گئے جس سے آپ کے مقاصد کی تکمیل شہادت کے بعد بھی ہوتی رہی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور پھر قیام پاکستان اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔

(بشکریہ امروز)

بقیہ: انتخاب لاجواب

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

نوجوان نے عرض کیا: میرا گناہ بہت بڑا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بہت بڑا ہے۔ اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ نوجوان گھر پر آ کر تین روز تک صاحب فراش رہے۔ حضرت سلمانؓ نے حاضر ہو کر نوجوان کی پریشانی اور علالت کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی عیادت کے لئے چلنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مکان پر رونق افروز ہوئے اور اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ مگر نوجوان نے سر ہٹا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: سر کیوں ہٹاتے ہو؟

عرض کیا: یہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اب کیا حال ہے؟

عرض کیا ہڈیاں کیا، ہڈیوں اور کھال میں چیونٹیاں سی رینگ رہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اب کیا چاہتے ہو؟

عرض کیا: اپنے رب کی مغفرت چاہتا ہوں۔

اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ تعالیٰ سلامتی بھیجتا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میرا بندہ روئے زمین کی برابر بھی خطائیں لے کر ملے گا تو میں اسی قدر مغفرت لے کر ملوں گا۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان کو یہ بشارت سنائی۔ نوجوان نے ایک چیخ ماری اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود غسل دیا، کفنایا، نماز پڑھی۔ جب جنازہ قبرستان جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ صحابہؓ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جنازے میں اس کثرت سے فرشتے شریک ہوئے کہ میرے لئے زمین پر پاؤں رکھنا مشکل ہو گیا۔

بقیہ: رجم کی شرعی حیثیت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں خوارج کے نمائندے حاضر ہوئے اور رجم کے بارے میں عیب جوئی کرنے لگے اور کہا کہ کتاب اللہ میں صرف سو دُرّے مذکور ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے استفسار فرمایا کہ تم کتاب اللہ کے علاوہ کہیں اور سے احکام شرعیہ نہیں لیتے۔ وہ بولے ہاں۔ پھر آپؒ نے فرمایا مجھے بتاؤ قرآن مجید میں فرض نماز کی تعداد، رکعات، ارکان، اوقات کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا ہم کو مہلت دیں۔ وہ اس دن چلے گئے پس جب انہوں نے قرآن مجید میں ان سوالات کے بارہ میں کچھ نہ پایا تو پھر آپؒ نے فرمایا تو تم ان کو کیونکر ادا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور بعد میں آنے والے مسلمانوں نے کیا۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا اسی طرح سے "رجم" کا حکم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "رجم" کیا۔ بعد میں خلفا نے رجم کیا اور بعد میں آنے والوں نے کیا۔

۱۵۔ واحصان الرجم ان یکون حراً عاقلاً۔ بالغاً۔ مسلماً۔ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱

اور شادی شدہ کے لئے رجم ہے آزاد، عاقل بالغ مسلمان ہو۔

الزانیۃ والزانی الخ کے ترجمہ کرتے ہوئے شادی شدہ کے لئے سزا سو دُرّے نہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور نہ کسی مترجم نے تیرھویں صدی تک نہ کسی محدث نہ کسی فقیہ نے لکھی ہے نہ ہی شادی شدہ زانی کی سزا رجم کے بارے میں کسی کا اختلاف ہے کسی فتاویٰ میں بھی "رجم" کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں جلد ۲ پر ہے جب واضح ہو جائے کہ زانی شادی شدہ ہے تو اس کو قاضی رجم کرے۔ اس میں امت کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا "رجم" ہے۔

عبدالصمد صارم الازہری

رجب برکتوں والا مہینہ

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرًا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم یعنی اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جب سے کہ اس نے آسمان و زمین پیدا کیئے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں: رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ ان چار مہینوں میں سے رجب اکیلا ہے اور تین لگاتار ہیں۔ اسی لئے اسے رجب الفرد بھی کہتے ہیں اور رجب المرجب بھی، یعنی عظمت و حرمت والا مہینہ کیونکہ ماہ رجب میں قتل و قتال حرام تھا جیسا کہ بقیہ تین مہینوں میں بھی حرام تھا۔ ابتدائے اسلام میں ایسا ہی تھا۔ پھر یہ حکم واقتلوھم حیث وجدتموھم سے منسوخ ہو گیا کہ جہاں بھی مشرکوں کو پاؤ قتل کردو مگر اس مہینہ کی حرمت جوں کی توں باقی رہی۔

رجب' ترجیب سے بنا ہے جس کے معنی تعظیم کے ہیں۔ اس کے معنی تیاری کرنے کے بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' اس مہینہ میں شعبان کے لئے بہت سی نیکیوں کی تیاری کی جاتی ہے۔ اس کے معنی تکرار کے بھی ہیں۔ چونکہ اس ماہ میں فرشتے خاص طور سے اللہ کی تسبیح و تحمید کی تکرار کرتے ہیں، اس لئے رجب کہلایا۔

اس کے تین حرف ہیں راء، جیم اور باء۔ راء سے اشارہ ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت کی طرف۔ جیم سے اس کے جود و کرم کی طرف اور باء سے اس کے بر و احسان کی طرف گویا اس ماہ کے شروع سے لے کر آخر تک حق تعالےٰ نے بندوں کے لئے تین بخششیں مقرر فرما دی ہیں۔ رحمت بلا عذاب کے، بخشش بغیر بخل کے اور احسان بلا تکلیف کے۔

حضرت عکرمہ ؒ ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمران روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک نہر کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ جو کوئی رجب میں ایک روزہ رکھ لے گا اللہ تعالےٰ اسے اس نہر کا پانی پلائے گا۔"

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک قصر ہے جس میں رجب کے روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھے جتنے کہ رجب و شعبان میں رکھے۔

حضرت انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی بھی حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے روزے رکھے گا حق تعالےٰ اس کے لئے نو سال کی عبادت لکھ دے گا۔

بزرگوں نے کہا ہے رجب ترک غداری کے لئے ہے، شعبان فرمانبرداری اور وفاداری کے لئے اور رمضان صدق و صفا کے لئے ہے۔ بعض نے فرمایا ہے رجب توبہ کا مہینہ ہے، شعبان محبت الٰہی کا اور رمضان تقرب خداوندی کا۔ بعض نے فرمایا ہے رجب حرمت کا، شعبان خدمت کا اور رمضان نعمت کا مہینہ ہے۔ بعض نے فرمایا رجب عبادت کا، شعبان زہد و ریاضت کا اور رمضان زیادت کا مہینہ ہے۔ رجب میں حق تعالےٰ نیکیاں دگنی کر دیتا ہے۔ شعبان میں برائیاں مٹا دیتا ہے اور رمضان میں بزرگیوں کا انتظار کیا جاتا ہے۔ رجب نیکیوں میں سبقت کرنے والوں کا، شعبان متوسط الحال مؤمنوں کا اور رمضان گنہگاروں کا مہینہ ہے۔

حضرت ذوالنون مصری ؒ نے فرمایا رجب ترک آفات کے لئے شعبان عبادات کے لئے اور رمضان کرامات کے لئے ہے۔ پھر جو ترک آفات نہ کرے اور طاعات پر عمل نہ کرے اور کرامات کا منتظر رہے تو وہ بے ہودہ لوگوں میں سے ہے۔ نیز فرمایا رجب بونے کا، شعبان پانی دینے کا اور رمضان کھیتی کو کاٹنے کا مہینہ ہے۔ ہر شخص اپنی بوئی ہوئی کھیتی کو کاٹتا ہے اور اپنے کاموں کا

باقی صفحہ ۱۳ پر

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

صراطِ مستقیم

اِس کائناتِ ارضی و سماوی کا خالق و ربّ اللہ تعالےٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کائنات کی ہر چیز کو نشو و نما کا ہر سامان بہم پہنچایا ہے انسان جو اس کائنات کی عظیم ترین مخلوق ہے اللہ تعالےٰ نے اس کی مادی اور جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی تمام اسباب مہیّا فرمائے۔ ہوا۔ روشنی۔ پانی۔ خوراک غرضیکہ ہر چیز انسان کے لئے پیدا کر دی اور اس کو اپنی ان ضروریات کی تکمیل کے لئے جسمانی اور دماغی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ ٹھیک اسی طرح اس ربّ اکبر نے انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی سر و سامان مہیّا کیا۔

انسان کی روحانی ضروریات کا دائرہ انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ ان ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی اسے ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہے۔

اور خالقِ کائنات کی شانِ ربوبیت کا بہرحال یہ اقتضاء تھا کہ وہ نوعِ انسانی کی روحانی ضروریات کی تکمیل کا بھی سامان بہم فرما دیتا۔

چنانچہ اسی مقصد کے لئے۔ اس نے انبیاء علیہم السّلام کے سلسلہ کی بعثت فرمائی جو روحانیت کے سامان کے امین اور اسی کا عملی پیکر ہوتے۔

انسان نے پیدا ہو کر صرف کھانا اور مر جانا ہی نہیں تھا؛ بلکہ ایک عظیم مقصدِ حیات کو پورا کرنا تھا اور اس زندگی کے بعد آنے والی دوسری زندگی کے لئے خود کو تیار کرنا تھا انسان نے پیدا ہونے اور شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد محبت سے انفرادی اور اجتماعی تقاضے پورے کرنے تھے اور مدنیت کی منزلیں طے کر کے تعمیرِ انسانیت کے کام میں حصّہ لینا تھا۔ اس کا یہ عمل ہی اسے دوسری زندگی اور دوسرے عالم میں اس کا جائز مقام متعیّن کر سکتا تھا۔

پس یہ ضروری تھا کہ اس کے سامنے زندگی بسر کرنے کا ایک ضابطہ ہوتا اور ایک نمونہ۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم تک زندگی بسر کرنے کا ضابطہ دے کر اور نمونہ بنا کر اپنے منتخب کردہ انبیاء و رسل کو نوعِ انسانی کی طرف بھیجا۔

حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم سب سے آخر میں تشریف لائے اور انسانیت کو مکمل دین عطا فرما گئے۔

اس کامل دین کی نسبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی سیرت بھی نوعِ انسانی کے لئے ایک مکمل نمونہ ہے۔

قرآن کریم میں جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا۔

(المائدہ)

وہاں یہ بھی ارشاد و ہدایت موجود ہے کہ:۔
لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوۃٌ حسنۃٌ۔

اسی طرح انسانیت کی تہذیب و تربیت کے لئے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ ہی وہ واحد نسخۂ اکسیر ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے آدمی انسانیت کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جتنے بھی اعلیٰ پہلو ہیں رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی سیرت مبارکہ ان سب کی جامع ہے۔

محدثین اور سیرت نگار حضرات نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مقدس زندگی کا کوئی گوشہ غیر معلوم نہیں رہنے دیا اور خود قرآن مجید آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایمان، عمل اور اخلاق کی ایک مکمل دستاویز ہے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک فرد کی حیثیت سے، ایک شہری کی حیثیت سے ایک جماعتی رہنما کی حیثیت سے ایک منصف اور سردار کی حیثیت سے، ایک قائد اور راہبر کی حیثیت سے، ایک معلّم و مزکّی کی حیثیت سے، اور ایک داعیٔ حق کی حیثیت سے زندگی اور عمل کا جو نمونہ پیش فرمایا وہ سب کچھ قرآن و حدیث اور سیرت کے اوراق پر محفوظ ہے۔

اس کے ساتھ ہی اپنے ایمان و عمل کے نمونہ پر ہزارہا نفوس پر مشتمل جو عظیم ترین امّت خیر الامم تشکیل دی وہ بھی تاریخ کے سینہ پر نقش ہے۔

اسی طرح عالمِ انسانیت کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے نقوش اتنے اجاگر، اتنے واضح، اتنے نمایاں اور اتنے روشن ہیں کہ وقت کا استبداد انہیں نہ آج تک محو کر سکا ہے اور نہ قیامت تک محو کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کا تو اعلان ہے کہ:

ورفعنالک ذکرک ۝

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے دور کے لئے ہی نہیں، صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر عہد اور ہر انسان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین ۝

اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ہر قوم اور ہر ملت کے لئے یکساں قابلِ قبول اور قابلِ اتباع ہے۔

نہ صرف عربوں نے بلکہ عجم و تاتار کی متعدد قوموں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کر کے لازوال کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ آج انسانیت کے پاس علم و دانش کی جو دولت ہے وہ آپ ہی کی عطا کردہ ہدایت کا پرتو ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کی اشاعت سے پہلے بھی یہ دنیا موجود تھی اور انسان دنیا میں زندگی بسر کرتا تھا۔

لیکن تمام مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب و عجم جہالت و وحشت کی تاریکیوں میں غلطاں اور پیچاں تھے۔

ایمان اور حسنِ عمل تو بہت دور کی بات ہے، آدمیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی موجود نہیں تھا۔

حیوان اور انسان کے درمیان سوائے نوع کے کوئی فرق نہ تھا اور کسی کے پاس کوئی اصول و ضابطۂ حیات موجود نہیں تھا۔

جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو ہر قسم کی غلامیوں سے نجات دلائی۔ عقل و خرد کو اوہام و وساوس سے آزاد کیا۔ انسانوں کو اخوت و بھائی چارہ کا درس دیا انہیں عدل و انصاف کا خوگر بنایا اور ان کی اجتماعی و مدنی زندگی کے لئے ایک دستور اور ضابطہ عطا فرمایا۔

یہ سب کچھ محض قولی و زبانی نہیں جیسا کہ فلسفیوں اور دانشوروں کا طریقہ ہے بلکہ ایک ایک بات پر عمل پیرا ہو کر اور ہر اصول کا عملی نمونہ دکھا کر انسانیت کو شرافت کی راہ پر لگایا۔

حق و باطل کے درمیان عملی امتیاز قائم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی کے سامنے صراطِ مستقیم کھولی اور پھر یہی صراطِ مستقیم، انسانوں کے لئے نجات کی ضامن ہے۔

آج بھی انسانیت کی نجات اسی صراطِ مستقیم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ و سیرتِ مبارکہ پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔ عالمِ اسلام اور پاکستان کے تمام مسائل کا حل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نمونہ بنا کر اسے اختیار کرنے میں ہے۔ حضورؐ کی سیرت یعنی سنّت ہی وہ دستور اور ضابطۂ حیات ہے جس کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ اپنا کھویا ہوا وقار اور عزت حاصل کر سکتی ہے۔ کوئی بھی مسلمان اور مسلمان ملک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظرانداز کر کے کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مکمل اتباع کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کسی کو مایوس نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی تم سے پناہ چاہے اسے پناہ دو اور جو اللہ کے واسطے سوال کرے اس کو دو اور جو بلائے اس کی دعوت قبول کرو۔

بقیہ: رجب

اجر پاتا ہے اور جو کھیتی ہی ضائع کر دے تو کاٹنے کے دن پشیمان ہوگا۔ اس کا گمان جھوٹا ہوگا اور اس کا انجام برا ہوگا۔ بعض صالحین نے فرمایا ہے سال بمنزلہ ایک درخت کے ہے رجب اس درخت میں پتے پھوٹنے کا زمانہ ہے، شعبان اس میں پھل آنے کا موسم ہے اور رمضان پھل پکنے کا وقت ہے۔ بزرگوں نے کہا کہ رجب میں خاص طور سے حق تعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے، شعبان میں شفاعت ہوتی ہے اور رمضان میں نیکیاں کئی گنا بڑھا دی جاتی ہیں۔

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی رجب کا ایک روزہ رکھ لے گویا اس نے ایک ہزار سال کے روزے رکھے اور گویا اس نے ایک ہزار غلام آزاد کئے اور جو کوئی اس میں خیرات کرے گویا اس نے ایک ہزار دینار خیرات کئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدن کے ہر بال کے عوض ایک ہزار نیکیاں لکھتا ہے، ایک ہزار درجے بلند فرماتا ہے اور ایک ہزار برائیاں مٹا دیتا ہے، اور اس کے لئے رجب کے ہر روزے کے عوض اور ہر صدقے کے عوض ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرے لکھ لیتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک ہزار گھر، ایک ہزار محل اور ایک ہزار حجرے بنا دیتا ہے۔ ہر حجرے میں ایک ایک ہزار خیمے ہوتے ہیں اور ہر خیمے میں ایک ایک ہزار حوریں ہوتی ہیں جو چمک میں سورج سے بھی ہزار گنا بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔

ترجمان اسلام میں

اشتہارات

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(ادارہ)

یادِ رفتگاں — مولانا عبد اللطیف

سوانح آفتاب رشد و ہدایت
حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی

حضرت مولانا فضل محمد صاحب مرحوم و مغفور ۱۳ اپریل ۱۹۰۴ء کو سنگھو وال ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم جناب میاں کریم بخش مرحوم کا پیشہ تجارت تھا۔ چنانچہ مرحوم کم عمری میں اپنے والد کے ساتھ بسلسلہ تجارت ضلع فیصل آباد تشریف لائے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ ابتدائی تعلیم پانچویں جماعت تک اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد دستِ قدرت نے اس بچے کی انگلی پکڑ کر صحیح عالم دین بننے کے راستے پر چلایا اور حضرت مرحوم کی سب سے پہلے "بہشتی زیور" اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے اصلاحی اور نورانی رسالے "ماہنامہ الامداد" تک رسائی ہوئی۔ آپ نے ان رسائل کو خوب دل لگا کر پڑھا اور دین فطرت کی باتیں سلیم الفطرت کے دل و دماغ میں اترتی چلی گئیں۔ ماحول میں پھیلی ہوئی تاریکیوں میں نور اسلام کی ضیاء نظر آنے لگی۔

اپنے والد محترم کی وفات کے بعد آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی الفت و عقیدت شعبان ۱۳۲۹ھ میں میکدۂ روحانیت "خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون" کشاں کشاں لے گئی۔ جانے سے کافی عرصہ پہلے آپ نے غالباً تیرہ برس کی عمر میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی شان عالی میں پنجابی زبان میں تیس، پینتیس اشعار کا ایک قصیدہ لکھا جو اپنی سلاست و روانی میں پنجابی ادب کا ایک شاہکار ہے۔ پنجابی زبان سے مولانا مرحوم کو خصوصی لگاؤ تھا۔ بیسیوں اشعار نوکِ زبان تھے۔ اگر آپ کو پنجابی ادب کا سکالر کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ بہرکیف آپ تھانہ بھون پہنچے اور ایک سال عربی کی ابتدائی کتابیں خوب محنت و شوق سے پڑھیں۔ حکیم الامت علیہ رحمۃ کی مردم شناس نگاہوں نے آپ کو خوب جانچا اور پرکھا اور خصوصی تعلیم کے لئے شوال ۱۳۴۰ھ میں اپنے ایک عقیدت مند مولانا غلام محمد صاحبؒ دریاخانی (جو کہ مدرسہ "نصرۃ الاسلام" کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں صدر مدرس تھے) کے پاس بھیجا اور اپنے دستِ مبارک سے ایک تعارفی خط مولانا غلام محمد مرحوم کے نام لکھا اور اس میں آپ نے حضرت مرحوم کے مستقبل کی خبر دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "بچہ نہایت ہونہار، سعید اور نیک ہے۔" سچ ہے ؎

بالائے سرش زہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

اس نیک فال خط کو حضرت مرحوم نے ہمیشہ حرزِ جان بنائے رکھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی آپ پر شفقت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے راقم الحروف کو خود سنایا کہ ایک مرتبہ مرشد حضرت مولانا تھانویؒ کسی کام کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ریل کا سفر تھا۔ راستے میں کاندھلہ اسٹیشن جب گاڑی رکی تو مدرسہ کے تمام اساتذہ و طلبہ رشدِ انور و اشرف کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے موجود تھے۔ حکیم الامتؒ باہر تشریف لائے اور عمائدین سے سلام و مصافحہ کے بعد بلند آواز میں پکارا:

"فضل کہاں ہے؟"

چنانچہ میں دوڑ کر گیا تو حضرت حکیم الامتؒ نے بکمالِ شفقت معانقہ و مصافحہ کی سعادت سے نوازا اور کافی دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ جب ہم واپس ہوئے تو میرے ایک دوست "بیگ صاحب" نے نہایت حسرت آمیز لہجے میں کہا کہ:

"کاش حضرت مجھے بھی ایسے بلاتے
اور اپنے ساتھ بٹھاتے۔"

لیکن کہتے ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مرحوم نے کاندھلہ میں ایک سال تعلیم حاصل کی اور پھر خانگی مجبوریوں کی وجہ سے واپس وطن آ گئے اور رائے پور گجراں کے "مدرسہ رشیدیہ" میں پڑھنے لگے۔ یہاں سابق امیر مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ جالندھری بھی آپ کے ہمدرس رہے ہیں۔ بعد میں کچھ ایسے عوائق و موانع سدِ راہ ہوئے کہ دو، تین سال تک سلسلۂ تعلیم منقطع رہا۔ اسی دوران آپ کا نکاح ہو گیا۔ آپ نے مشکل حالات میں مرجع امام حضرت

حکیم الامتؒ سے رجوع کیا اور ان سے تعلیم مکمل کرنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اس "درِّ عدن" اور "لعل در قطن" کو یوں ضائع ہوتے دیکھ کر اجازت مرحمت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔ حکیم الامتؒ کی اجازت سے خانگی بندھنوں کی راکھ میں دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور اپنی اہلیہ مرحومہ کے ہمراہ دوبارہ تھانہ بھون پہنچ گئے۔ حضرت حکیم الامت نے آپ کو خصوصی انعام و اکرام سے بہرہ ور کیا۔ آپ صفائی معاملات میں نہایت صاف تھے (جو کہ خانقاہ امدادیہ کا خاص رنگ ہے) اور اکثر اس سلسلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہ ہدایت آفرین اور لافانی وجاودانی ارشادات دہراتے کہ:

یعرف الرجال بالمعاملات
لا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ

اور "لاتنظروا الی صلوٰۃ امرء والی صیامہ ولکن انظروا الی صدقہ وعقلہ"

اس مرتبہ بھی تھانہ بھون تقریباً ایک سال قیام رہا اور باوجود اس بات کے کہ درمیان میں علمی مشغلہ چھوٹ گیا تھا اور آپ دوسری مصروفیات میں الجھ گئے تھے بیا[illegible] نہ اہلیت کی بناء پر آپ کو مشکوٰۃ شریف وجلالین شریف کی کلاس میں داخلہ ملا اور فرماتے تھے کہ:

"میں ان کتابوں کا اپنے "یو۔ پی" کے ساتھیوں کو (جو کہ عموماً نہایت ذہین و فطین ہوتے ہیں) تکرار اور اعادہ کروتا تھا اور اکثر رفقاء سبق یاد کروانے کے لئے میرے پاس آتے تھے۔"

بعد ازاں اگلے سال آپ نے "مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور" میں داخلہ لیا اور وہاں کچھ اور باقی کتابیں مقامات وملاحسن وغیرہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ سے پڑھیں۔ یہاں بھی آپ اپنے ساتھیوں پر فائق رہے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ:

"جب علم میراث کی معروف ومتداول کتاب سراجی کا امتحان ہوا تو اس میں ایک سوال میں کافی الجھن تھی۔ میں نے الحمدللہ اس الجھن کو سلجھایا اور سب سے پہلے پرچہ حل کر کے اٹھ گیا جبکہ باقی تمام ساتھی اس سوال میں پھنسے ہوئے تھے اور اکثر نے غلط جواب تحریر کیا۔"

اس کے بعد آپ دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لئے عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی "دارالعلوم دیوبند" تشریف لے گئے اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ پوری دلجمعی کے ساتھ حصول تعلیم میں مصروف رہے۔ دیوبند کے قیام کے دوران ہی آپ کے ہاں آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی رشید احمد صاحب تولد ہوئے۔

دارالعلوم میں آپ نے شیخ الاسلام کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ بلیاوی، مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت مرحوم وہاں کے ماحول اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر واعیان سے بہت متاثر ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ الاسلام مدنیؒ سے رجوع کیا۔ پھر شیخ مدنیؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ اور ان کے [illegible]ل کے بعد آخر عمر تک حضرت اقدس قبلہ خان محمد صاحب مدظلہٗ سے تعلق بیعت قائم رہا۔

دار العلوم دیوبند سے ۱۳۵۳ھ میں فراغت کے بعد آپ نے فقیروالی کے قریب چک $\frac{110}{6\text{-آر}}$ میں بحیثیت خطیب وامام کچھ عرصہ گزارا۔ آپ کے دل میں شروع ہی سے علوم دینیہ کے پھیلانے کا جذبہ موجزن تھا۔ چنانچہ ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء کو فقیروالی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی کچی مسجد جس میں ابتداً ایک استاد اور تین طلبہ سے کام شروع کیا گیا۔ اسوقت فقیروالی میں چند ایک جھونپڑیاں اور ہندوؤں کی دو تین دکانیں ہوتی تھیں اور ہر طرف ریگستان ہی ریگستان تھا۔ دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ ملتا تھا۔

قیام مدرسہ کے بعد کچھ عرصہ تک حضرت مرحوم کا قیام چک $\frac{110}{6}$ ہی میں رہا۔ آپ ہر روز صبح کو گھر سے طلباء کے لئے روٹیاں پکوا کر اپنے سر پر اٹھا کر پانچ میل پیدل سفر کر کے آتے اور شام کو پھر واپس چک پہنچ جاتے۔ کچھ عرصہ ایسے ہی سلسلہ چلتا رہا۔ جب طلبہ کی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی، مدرسہ کی دور دور تک شہرت ہو گئی تو آپ نے پھر مستقل طور پر قیام فقیروالی ہی میں کر لیا۔ آپ نے اس زمانہ میں مدرسہ کے لئے اسوقت کے منتظم آبادی شیخ مشیر محمد صاحب کو برائے حصول اراضی کے لئے درخواست دی۔ وہ موقع پر تشریف لائے اور فرمانے لگے:

"تم نے ایک ایکڑ جگہ کیا کرنی ہے یہاں کونسا دیوبند بنانا ہے؟"

مولانا مرحوم کے منہ سے بعینہٖ یہی الفاظ نکلے:

"ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے دیوبند ہی بنا دے۔"

چنانچہ وہ مدرسہ کو ایک ایکڑ رقبہ دے گئے اور ایک ماہ کے بعد جب دوبارہ دورے پر تشریف لائے تو مدرسہ کی جنوبی جانب پانچ کمرے تعمیر ہو گئے تھے۔ وہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ پھر وہ مدرسہ کے مستقل معاون بن گئے۔ جس جگہ مدرسہ قائم ہے۔ اس کے متعلق اکابر علماء کافی عرصہ قبل پیشگوئیاں کرتے تھے۔ چنانچہ حاجی عبد الکریم صاحبؒ بغدادی جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلفاء میں سے ہیں ان کا جب کبھی اس علاقہ میں اپنے مریدین کے پاس آنا ہوتا اور وہ اس کچی مسجد میں نماز پڑھاتے تو فرماتے کہ مجھے اس جگہ سے علم کی خوشبو آتی ہے۔

ایسے ہی حج عالم علی خان صاحب جو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے خصوصی متعلقین میں سے تھے، وہ جب مدرسہ کی جدید مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ "مجھے میرے شیخ نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک دفعہ دارالعلوم دیوبند ضرور جانا۔ بسیار کوشش کے باوجود میں دیوبند نہیں جا سکا۔ آج یہاں آکر میں محسوس کرتا ہوں کہ گویا میں دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں۔"

قیامِ پاکستان سے قبل ہی مدرسہ کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ جب مدرسہ کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ فقیروال شہر کی سیر کراؤ تو حضرت مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت جی فقیروالی تو صرف مدرسہ ہی کا نام ہے یہاں اور کوئی خاص آبادی نہیں اور نہ کوئی بازار یا کوچہ ہے۔ یہاں تو وادی غیر ذی زرع والا معاملہ ہے' تو حضرت قاری صاحب فرمانے لگے کہ ہم نے تو فقیروالی کی بڑی شہرت سن رکھی تھی۔ ذہن میں تھا کہ فقیروالی کے ایسے بازار ہوں گے، ایسے کوچے ہوں گے۔"

قیامِ پاکستان سے قبل صدر مدرس اور شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ہی کی طرف سے آتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی تلمیذ ممتاز حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی (جو کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے تایا زاد بھائی تھے) حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی حال شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند، مدرسہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رائپوریؒ اور ان کے صاحبزادگان حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا قاری لطف اللہ صاحب مرحوم بھی دو سال کے قریب مدرسہ ہذا میں دینی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

آپ بہت زیادہ سادگی پسند اور متوکل آدمی تھے۔ آپ کے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہوتا اور اگر کوئی شاگرد کوئی کپڑا وغیرہ یا کوئی ہدیہ دے جاتا تو اسے فوراً ہی طلبہ میں تقسیم کر دیتے۔ مولانا مرحوم نے ساری زندگی اپنی کوئی ایک پیسہ کی جائیداد نہیں بنائی۔ حالانکہ شروع آبادی میں جب ۲۵۰/- روپے کا ایک مربعہ ملتا تھا۔ اس وقت کے افسران بھی بڑے مہربان تھے۔ شیخ شیر محمد صاحب بھی جو منتظم آبادی تھے' انہوں نے کئی دفعہ اصرار کیا کہ آپ چار پانچ مربعہ اراضی اپنے لئے اور چار پانچ مربعہ اراضی مدرسہ کے لئے خرید لیں۔ آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ اگر میں نے اپنی ذات کے لئے زمین خریدی تو میں پورے طور پر دینی خدمات سرانجام نہیں دے سکوں گا۔ میری توجہ مدرسہ کی نسبت رقبہ کی طرف زیادہ رہے گی۔ اگر مدرسہ کے لئے زمین خریدوں تو یہ مدرسہ ایک گدی کی شکل اختیار کر لے گا جس پر ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہے گا۔ میں نہ خود ان جھگڑوں میں پڑنا چاہتا ہوں اور نہ اپنے بعد میں آنے والوں کو اس مصیبت میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ ابتداء میں بسا اوقات فاقوں کی نوبت بھی پہنچی۔ طلبہ کو بھی حوصلہ دیتے اور فرماتے خدائے تعالیٰ سے دعا کرو کہ غیب سے سامان فراہم کرے۔ بعض دفعہ ایسے بھی ہوا کہ ادھر دعا ختم ہوئی اور ادھر کھانا پکا پکایا آگیا۔

حضرت مولانا مرحوم مدرسہ میں روپیہ جمع کرنے کے بالکل قائل نہ تھے۔ اگر کہیں سے آگیا تو طلبہ کے وظائف بھی اور اساتذہ کی تنخواہیں بھی ادا کر دیتے۔ بعض دفعہ اساتذہ کی کئی کئی ماہ کی تنخواہیں مدرسہ کے کھاتے میں جمع ہو جاتیں۔ مولانا فرماتے کہ اگر مدرسہ میں رقم ہو گی تو خدا کی طرف رجوع میں کمی آجائے گی۔ اب تو ہر وقت خدا کے سامنے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ اے اللہ ہماری امداد فرما۔ اس دور میں ایسا متوکل شخص ملنا نہایت دشوار ہے۔

ایوبی دور میں گندم بہت مہنگی ہو گئی تھی۔ پچاس ساٹھ روپے من بمشکل دستیاب ہوتی تھی اور وہ بھی لوگ چوری چھپے بیچتے تھے۔ ان دنوں مدرسہ میں گندم ختم ہو گئی۔ روپیہ بھی مدرسہ میں جمع کوئی نہ تھا۔ قرض وغیرہ لے کر کام چلایا جا رہا تھا۔ بعض ساتھیوں نے حضرت مرحوم کو مشورہ دیا کہ وہ مدرسہ میں کچھ تخفیف کرا کر کچھ علماء اور کچھ طلبہ کو فارغ کر دیں تاکہ اخراجات میں بچت ہو جائے اور با آسانی کام چل سکے۔ یہ سنتے ہی حضرت مرحوم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے کہ پہلے تم ان لوگوں کا انتظام کرتے تھے؟ پہلے بھی خدا اخراجات پورے کرتا تھا۔ اب بھی وہی تمام اخراجات پورے کرے گا۔ اگر میں نے طلبہ کو نکال دیا اور وہ علم سے محروم رہ گئے تو قیامت کے دن خدا کے سامنے کون جواب دے گا؟ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتنے میں چوہدری عبدالحق صاحب ۹۸ فتح چشتیاں سے تشریف لائے اور ایک معقول رقم طلبہ کی گندم خریدنے کے لئے عطا فرمائی اور کہا کہ رات میرے دل میں خیال آیا کہ اس مہنگائی کے دور میں ہم جن کا کنبہ دو، چار افراد پر مشتمل ہے ان کا گزارہ بڑی مشکل سے ہو رہا ہے تو جہاں اتنے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کا کیا حال ہو گا۔ یہ رقم میں نے صرف طلبہ کی گندم کے لئے دی ہے۔

مورخہ ۸ نومبر ۱۹۷۵ء کو آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کے مدرسہ کے مفتی عبداللطیف صاحب مدظلہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ کراچی واپسی پر شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں قیام فرمایا۔ ۱۸ مارچ ۸۰ء کو آپ کی سربراہی میں مدرسہ کے اساتذہ اور معززین شہر کے دس افراد پر مشتمل ایک قافلہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ میں

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

جید عالم دین، تحریک آزادی ہند کے صف اول کے رہنما اور مفکر و مصلح مولانا عبید اللہ سندھی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ آبائی طور پر ایک سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، مگر قبول اسلام کے بعد ساری صلاحیتیں اسلام کے فروغ اور اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور آزادی وطن کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور اسی سلسلے میں مختلف ملکوں کی خاک چھانتے رہے۔ چنانچہ افغانستان، ترکی، روس، سوئٹزرلینڈ اور حجاز میں برسوں مقیم رہے اور غلامی سے نجات پانے اور مسلمانوں کو زوال و ادبار سے رہائی دلانے کی عملی تدبیریں کرتے رہے۔ آخری عمر میں انہوں نے دہلی میں مستقل رہائش کر لی تھی۔ ۱۹۴۴ء میں وفات پائی اور دین پور شریف ضلع رحیم یار خان میں مدفون ہیں۔ مرحوم نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے جس کا خلاصہ قارئین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو ضلع سیالکوٹ (پنجاب) کے گاؤں چیانوالی میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد رام سنگھ میری پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے تو میری والدہ مجھے میرے ماموں کے پاس جام پور (ڈیرہ غازیخان) لے گئیں۔ میرے ماموں وہاں پٹواری تھے۔ میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔

میری تعلیم ۱۸۷۸ء سے جام پور کے اردو مڈل سکول سے شروع ہوئی۔ خدا کے فضل سے میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا اور میرا شمار ممتاز طالب علموں میں سرفہرست تھا۔

۱۸۸۴ء میں جبکہ میری عمر صرف بارہ برس تھی، مجھے سکول کے ایک آریہ سماج ہندو لڑکے کے ہاتھ میں تحفۃ الہند نظر آئی۔ میرے اشتیاق پر اس نے مجھے یہ کتاب عاریتاً دے دی جسے میں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا خصوصاً اس حصے نے بہت متاثر کیا جو نومسلموں کے حالات پر مشتمل تھا۔ اسلام کی صداقت نے میرے دل و دماغ پر ایک نقش سا قائم کر دیا۔

ڈیرہ غازیخان مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور عام مسلمان مذہب کے سچے شیدائی اور راسخ عقیدہ تھے۔ اس ماحول نے وہاں کے غیر مسلموں کو خاصا متاثر کر رکھا تھا۔ چنانچہ نزدیکی گاؤں کوٹلی مغلاں کے چند ہندو دوستوں نے جو میری طرح "تحفۃ الہند" کے گرویدہ تھے، مجھے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" پڑھنے کو دی۔ اس کے مطالعہ سے میں اسلامی توحید اور ہندوانہ شرک کے فرق کو بخوبی سمجھ گیا۔ میں نے شدت سے محسوس کیا کہ جن چیزوں کو میں دل سے ٹھیک سمجھتا ہوں اور میری عقل ان پر یقین رکھتی ہے وہ چیزیں ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی طور طریقوں سے زیادہ اسلام میں ہیں۔ میرا اپنا تجزیہ اور احساس تھا اور مذکورہ کتابوں نے اس جانب میری رہنمائی کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سکھ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں اور مسلمان بھی، مگر اسلام کا تصور سکھوں سے بلند تر ہے۔ مساوات انسانی دونوں مذہبوں میں موجود ہے لیکن اسلام نے مساوات کو جس طرح عملی شکل دی ہے وہ سکھ مت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ مذہب کی نمائشی رسوم سے دونوں مذہبوں کو نفرت ہے مگر میں اکثر محسوس کرتا تھا کہ سکھ مت نے اپنے آپ کو ان رسوم میں بری طرح مقید کر لیا ہے اور اب اس مذہب کا باباگورونانک کی پاکیزہ تعلیمات سے بس برائے نام کا تعلق ہے۔

میں ان باتوں پر عرصے تک غور و فکر کرتا رہا۔ کتنی ہی راتیں میں نے آنکھوں میں کاٹ دیں، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ جس مذہب کو میری ماں، بہنیں اور ماموں مانتے ہیں وہ صداقت پر مبنی نہیں ہے مگر اسلام جو غیروں کا مذہب ہے وہ

بہرحال سچا اور مبنی برحق ہے۔ اب کروں تو کیا کروں، جاؤں تو کہاں جاؤں؟

انہیں دنوں ایک مولوی صاحب نے مولوی محمد صاحب لکھو کی کتاب احوال الآخرت (پنجابی) پڑھنے کو دی۔ "تحفۃ الہند" اور "احوال الآخرت" کے بار بار کے مطالعے نے بالآخر مجھے حتمی فیصلے تک پہنچا دیا۔ میں نے نماز سیکھ لی اور تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبیداللہ رکھ لیا۔ یہ ۱۸۸۷ء کا ذکر ہے اور اس وقت میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ارادہ تھا کہ اگلے سال جب کسی ہائی سکول میں تعلیم کے لئے جاؤں گا تو قبول اسلام کا اعلان کردونگا۔

مگر جذبات نے سمجھایا کہ مزید تاخیر مناسب نہیں۔ کیا خبر موت اس وقت تک مہلت دے یا نہ دے۔ چنانچہ ۱۵ اگست ۱۸۸۷ء کی صبح کو جبکہ میری والدہ باہر رسوئی میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھی، میں کسی بہانے چپکے سے باہر نکلا اور زندگی کے نئے سفر پر چل کھڑا ہوا۔ منزل نامعلوم تھی۔ میرے ساتھ کوٹلی مغلاں کا ایک رفیق عبدالقادر تھا۔ ہم دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کی معیت میں کوٹلہ رحم شاہ (مظفرگڑھ) پہنچے۔ وہاں ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ کو میری سنت تطہیر ادا ہوئی۔ وہیں معلوم ہوا کہ میرے اعزاز میری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں۔ چنانچہ میں سندھ کی طرف روانہ ہوگیا اور بھرچونڈی شریف میں حافظ محمد صدیق صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید ثانی اور سید العارفین تھے۔

چند ماہ بھرچونڈی شریف میں حافظ صاحب کی صحبت میں گزرے۔ فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے اس طرح طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ حضرتؒ نے ایک روز میرے سامنے اپنے لوگوں کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا:

"عبیداللہ نے اللہ کے لئے ہمیں اپنا ماں باپ بنا لیا ہے۔"

اس فقرہ مبارک کی تاثیر خاص طور پر میرے دل میں محفوظ ہے۔ میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اور انہیں کی خاطر میں نے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنا لیا اور سندھی کہلایا۔ میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کر لی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے کبھی مرعوب نہیں ہوا۔

بھرچونڈی شریف سے میں تحصیل علم کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے ریاست بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا۔ پھر دین پور (متصل خانپور) پہنچا جہاں سید العارفین کے خلیفۂ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ یہیں میں نے ہدایت النحو تک کی کتابیں مولانا عبدالقادر سے پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے میری والدہ کو خط لکھوایا۔ وہ آگئیں اور مجھے واپس لے جانے کے لئے بہت زور لگایا مگر الحمد للہ میں ثابت قدم رہا۔ (یہ غلط ہے کہ میری والدہ دیوبند پہنچیں)۔ شوال ۱۳۰۵ھ میں دین پور سے کوٹلہ رحم شاہ پہنچا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر دیوبند جا پہنچا جہاں شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں ایک نئی تعلیمی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا

بقیہ: مولانا فضل محمد صاحب

شرکت کے لئے دیوبند روانہ ہوا۔ ۱۹ مارچ کو یہ قافلہ واہگہ کے راستے دیوبند پہنچا۔ مولانا کی طبیعت کافی کمزور تھی۔ ساتھیوں کے منع کرنے کے باوجود دیوبند کی محبت انہیں کھینچ کر لے گئی۔ ۲۱ مارچ کو مولانا دیوبند میں ہی شدید بیمار ہوگئے۔ بیماری کی وجہ سے کسی اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔ بیماری کی حالت میں ہی آپ کو جلسے کے اختتام کے بعد واپس لایا گیا۔ نقاہت اور کمزوری اتنی زیادہ ہوگئی کہ ان کے صاحبزادہ مولانا محمد قاسم قاسمی اور دیگر رفقاء ان کی زندگی سے بالکل مایوس ہوگئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور ان کی طبیعت سنبھل گئی۔ دو تین سالوں سے آپ کو سینہ میں جلن کی شکایت ہوجایا کرتی تھی اور ساتھ ہی دل میں گھبراہٹ محسوس کرتے۔ وفات سے ڈیڑھ دو گھنٹہ قبل بھی ایسا ہی ہوا۔ چند منٹ بعد ۲۳ فروری ۸۱ء کو رات کے وقت رشد و ہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ آپ کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقہ میں پھیل گئی۔ ۲۴ فروری کو ظہر کی نماز کے بعد تین بجے احاطۂ مدرسہ میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ کی پہلی نماز مولانا عبدالعزیز صاحب چشتیاں والوں نے پڑھائی اور دوسری نماز جنازہ قبرستان میں ان کے صاحبزادے مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی نے کرائی۔ جنازہ میں اتنا عظیم اجتماع پورے علاقے کی تاریخ میں پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ پھر اس جنازے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اکثر علماء، طلبہ اور دیندار حضرات شریک تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دس ہزار افراد نے جنازے میں شرکت کی۔

ترجمان اسلام میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

ضرورت رشتہ

وزارت خارجہ متحدہ عرب امارات میں سیکرٹری چوہدری بشیر احمد کے لئے ایک سنی حنفی۔ تبلیغی دیوبندی حافظہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

درج بالا صفات کا ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں۔

سرپرست اور والدین اس پتہ پر رابطہ قائم کریں:

ص۔ب ۶۹۲۔ ابوظہبی

متحدہ عرب امارات

ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام رح

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح

کے فرمودات

حضرت تھانوی رح کے بارے میں:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف، مگر وہ جزئیات اور فروع اسلامک لا جن کو سیاسیات سے تعلق نہیں ہے ان میں ان کا قول قابلِ اعتماد ہوگا۔ مولانا موصوف کا اسلامی تفقہ اور علوم و فنون میں تمام عمر معروف رہنا، ان کی تعلیم دنیا ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار مفید اور کارآمد تصانیف تالیف کر کے عالم اسلامی اور خلائق کو فیضیاب بنانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہے۔

(مکتوبات ص ۴۳ ج ۱)

بندگی کا تقاضہ

بندہ اور غلام کا فرض یہ ہے کہ اپنے آقا کی خوشی اور اس کی رضا میں فنا ہو۔ دن رات یہی دُھن رہنی چاہیئے اور جس بات میں اس کا آقا خوش ہو اسی کی دن رات کوشش کرنی چاہیئے ورنہ برابری اور ہمسری کا دعویٰ شمار ہوگا۔ کسی اعتراض کو جگہ دینا یا دل کا غم آلود ہونا بندگی اور عبدیت کے بالکل ہی خلاف ہے۔

(مکتوبات ص ۸۷ ج ۱)

ذکر اور حضور قلب:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ اگر دل کو حاضر کر کے ذکر نہیں کیا جائے گا تو فائدہ ...... نہ ہوگا اگرچہ سالہا سال تک یہ عمل جاری رکھا جائے۔ میں بھی اس ارشاد کو بڑے درجہ تک تسلیم کرتا ہوں۔ اگرچہ زبان کا ذاکر ہونا بھی ضرور بالضرور فائدہ رکھتا ہے، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ ثواب ذکر مترتب ہوتا ہے اور زبان سے تعدی قلب تک ہوتی ہے جوارح اور روح کو بھی کچھ نہ کچھ انصباغ کی نوبت آتی ہے مگر واقعیت یہ ہے کہ یہ فائدہ اس فائدہ کے مقابلہ میں جو دل لگنے پر ہوتا ہے کالعدم سا ہے۔

(مکتوبات ص ۱۴۸ ج ۱)

اسلام اور چھوت چھات

اسلام تبلیغی مذہب ہے اس لئے اس کا فریضہ ہے کہ جسقدر ہو سکے غیر کو اپنے میں ہضم کر لے نہ یہ کہ ان کو دُور کرے۔ اس لئے اگر ہمسایہ قومیں ہم سے نفرت کریں تو ہم کو ان کے ساتھ نفرت نہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ہم کو نجس اور ملیچھ کہیں تو ہم کو ان کو یہ نہ کہنا چاہیئے۔ اگر وہ ہم سے چھوت چھات کریں ہم کو ان سے ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ وہ ہم سے ظالمانہ برتاؤ کریں ہم کو ان سے ظالمانہ غیر منصفانہ برتاؤ نہ کرنا چاہیئے۔ اسلام پدر شفیق ہے، اسلام مادر مہربان ہے، اسلام ناصح خیرخواہ ہے، اسلام جاذب اقوام ہے، اسلام ہمدرد بنی نوع انسان ہے۔

(مکتوبات ص ۱۵۸ ج ۱)

حضرت علیؓ کی خصوصیت:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم متنوعہ تمام صحابہ کرامؓ سے پھیلے۔ صرف تصوف کا نشو ونما حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ دنیا میں جسقدر بھی سلاسل طریقت ہیں سب کا مرجع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی ہے۔ نقشبندیہ کا ایک سلسلہ حضرت ابوبکرؓ تک پہنچتا ہے مگر اس میں انقطاع بہت زیادہ ہے۔ اتصال والا طریقہ ان کا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دریوزہ گر ہے۔

(مکتوبات ص ۱۹۴ ج ۱)

تہجد کا وقت:

صلوٰۃ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہؓ سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور آخر شب میں تہجد پڑھی ہے، مگر آخری ایام میں اور زیادہ تر اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے۔ جسقدر بھی رات کا حصہ متأخر ہوتا جاتا ہے برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سُدس آخر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں۔ تہجد ترک ہجود یعنی ترک نوم سے عبارت ہے اس لئے اوقات نوم بعد از نماز عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں۔ (مکتوبات ص ۲۰۲ ج ۱)

عید کے بعد معانقہ:

عید کی نماز کے بعد ملنا اور معانقہ یا مصافحہ کرنا کوئی امر مسنون نہیں ہے۔ لوگوں کی اختراعات اور بدعات میں سے ہے۔ احادیث میں جہاں تک معلوم ہے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ غیوبت کے بعد مصافحہ اور طویل غیوبت پر معانقہ ثابت ہے۔ مگر عید کی نماز کے بعد ان کا ثبوت نہیں۔ یہاں یہ حالت ہے کہ وہ رفقاء جو نماز میں شریک بلکہ برابر کھڑے تھے سلام اور خطبہ کے بعد معانق ہوتے ہیں اور اسکو امرِ دینی سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ غلط چیز ہے۔ (مکتوبات ص ۳۰۸ ج ۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سابقہ آسمانی کتابوں کی بشارتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات و انجیل میں واضح بشارتیں اور تشریف آوری کی خبریں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب پر حجت قائم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ
الآیہ (پ ۹ ۔ الاعراف - ۱۹)

یعنی مومن وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی اُمّی کی جس کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں۔

قرآن پاک کا یہ قطعی مضمون اس کی واضح ترین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تورات اور انجیل میں یہود و نصاریٰ کے ہاں لکھا ہوا تھا اور یہ چیز ان کے نزدیک ایک مسلّمہ حقیقت تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو خوشخبری دی تھی، وہ اس سے بھی زیادہ روشن ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ (پ ۲۸ ۔ الصف ۱)

اور جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی اور اپنے بعد ایک رسول کی بشارت سُناتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس سے بالکل آشکارا ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نے جو صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے، اپنی قوم کا نام لے کر اس کو یہ بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک اور صرف ایک نبی دنیا میں تشریف لائے گا جس کا نام مبارک احمد ہوگا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

سابق آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں پادری صاحبان کی کرشمہ سازیوں سے جو جو تحریفات و الحاقات اور تراجیم و اضافات ہوئے وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور انصاف کی دنیا میں اس کی تردید امر محال ہے، لیکن بایں ہمہ تحریفات آج بھی تورات و انجیل وغیرہ میں بشارات کا ایک غیر مبہم حصہ موجود ہے۔ چند حوالے ہم عرض کرتے ہیں۔

صاحبِ توراۃ کی بشارت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اولاد کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"خداوند تمہارا خدا تمہارے لئے تمہارے ہی بیچ سے یعنی تمہارے ہی بھائیوں (اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام) میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سُننا۔" (تورات استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کا برپا ہونا ضروری تھا اور "تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بجز حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی برپا اور مبعوث نہیں ہوا اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ نبی بنی اسحٰقؑ سے نہ ہوگا بلکہ بنی اسمٰعیلؑ سے ہوگا۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند مستقل شریعت اور کتاب والا، صاحب جہاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کرنے والا اور متعدد ازواجِ مطہرات کا شوہر ہوگا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی تاکید فرما گئے ہیں کہ تم اس کی سُننا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور خود ربِ ذوالجلال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں (اسمٰعیلیوں) میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے

باقی ص ۲۶ پر

منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے
حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا۔"
(استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۹)

وہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اُن کی صفت اور خوبی رب تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ
اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ۲۷۔ النجم۔۱)

یعنی وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ جو وحی ہوتی ہے وہ اس کے مطابق بولتا ہے۔

اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وہی بلاکم و کاست آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا۔

انجیل کی شہادت

آج کی محرّف انجیل میں بھی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبریاں موجود ہیں جن کی تحریفِ معنوی کے لئے پادری صاحبان ہر وقت کمربستہ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارات دی ہیں، ہم بطورِ نمونہ مشتے از خروارے چند عرض کرتے ہیں۔

۱۔ "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"
(انجیل یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آنے والے مددگار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت ابدی ہوگی اور اس کو کوئی منسوخ نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ جامع تر اور تمام اقوامِ عالم کے لئے موزوں ہوگی۔

۲۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔"
(انجیل یوحنا۔ باب ۱۴۔ آیت ۲۶)

یعنی جیسے میں نبی ہوں اسی طرح وہ بھی نبی ہوگا اور نبی اور رسول ہی کے نام اور وصف سے اس کو خدا (باپ) بھیجے گا۔ نہ تو وہ خدا ہوگا نہ خدا کا بیٹا اور نہ خدا کی جزو۔ یہ یاد رہے کہ یہاں باپ کا لفظ محض مجاز اور تشفّق کے طور پر استعمال ہوا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر۔

۳۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"
(انجیل یوحنا۔ باب ۱۴، آیت ۳۰)

یعنی میں تو صرف بنی اسرائیل کا رسول ہوں اور صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، مگر وہ آنے والا دنیا کا سردار ہوگا اور جو کمالات اور درجات ان کو حاصل ہوں گے وہ مجھے حاصل نہیں ہیں کیونکہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ "احمد" کے ساتھ بشارت دی تھی جس کا ترجمہ یونانی زبان میں پیریکلوطوس تھا جس کا عبرانی میں ترجمہ فارقلیط سے کیا گیا تھا اور اب اس کا ترجمہ اناجیل کے کرمفرما مترجمین نے اپنی خود پسند اور من بھاتی رائے سے مددگار، وکیل، شفیع، بزرگ، روح القدس اور روحِ حق قرار دیا ہے جو باوجود تحریف کے ان کے لئے چنداں مفید نہیں ہے۔

بعض دریدہ دہن پادریوں نے جن میں خصوصیت سے پادری گولڈسیک قابلِ ذکر ہے دُنیا کے سردار کا معنی شیطان کیا ہے (معاذ اللہ) مگر یہ تاویل اتنی بے ہودہ اور لایعنی ہے کہ کوئی عقلمند اس کو سننے کے لئے تیار نہیں اور جو کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اوّلاً کیا شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نہ تھا جس کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ میں جاؤں گا تو وہ آئے گا جیسا کہ آگے اس کا حوالہ آ رہا ہے۔

۲۔ شیطان کا آنا کونسی بشارت ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مخلص حواریوں کو خوشخبری سنانے پر مجبور تھے؟

۳۔ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب (باپ) سے درخواست کر کے شیطان کو بھجوایا تھا؟ شیطان کونسی نعمتِ غیر مترقبہ تھی جس کے لئے انہوں نے درخواست کی۔

۴۔ اور کیا عیسائی شیطان لعین کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں؟ اگر سچ مچ شیطان ان کا مددگار ہے تو ان کا مخالف اور دشمن کون ہے؟

۵۔ اور کیا شیطان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر بھیجا تھا۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔

۶۔ اور کیا شیطان وہ باتیں لوگوں کو (اور خصوصاً بنی اسرائیل) کو سکھاتا رہا جو حضرت علیہ السلام ان کو سکھاتے رہے۔ وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔

۷۔ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ ابلیس لعین کبھی باکمال اور صاحبِ فضائل اور دنیا کا سردار ہے؟ جو جو کمالات اس میں ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔ مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ کیا پادری صاحبان کے نزدیک شیطان واقعی صا[illegible] فضائل ہے؟ اور فضائل بھی ایسے جو حضرت یسوع [illegible] کو حاصل نہیں۔

۸۔ کیا عیسائیوں کے نزدیک حضرت [illegible] علیہ السلام نے شیطان کے آنے کو فائدہ مند کہا ہے۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ:

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔"
(یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۷)

۹۔ اور کیا عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السلام نے شیطان کو سچائی کی روح کہا ہے اور کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ شیطان اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو سنے گا وہ کہے گا؟ اور کیا شیطان آئندہ کی خبریں دے گا؟ اور کیا شیطان حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا جلال ظاہر کرے گا (معاذ اللہ) وہ تو صریح الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔"

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵)

الغرض پادری صاحبان کی جملہ رکیک تاویلات و تحریفات کو انجیل مقدس کا ایک جملہ اور ایک ایک آیت ایسا رد کرتی اور ان کے ایسے بخئے ادھیڑ دی ہے کہ ساری دنیا کے پادری صاحبان بشمولیت پاپائے روم اس کو رفو نہ کر سکیں۔

۱۰۔ اور اس سے بڑھ کر انجیل برنباس میں صریح الفاظ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت موجود ہے۔ اور غالباً اسی صریح بشارت کو دیکھ کر اور پڑھ کر بعض پادری صاحبان نے بوکھلاہٹ کے عالم میں بدحواس اور لاجواب ہو کر سرے سے انجیل برنباس کے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے مگر ان کے انکار سے کیا بنتا ہے؟ کیا ثابت شدہ حقیقت بھی کسی کے انکار سے معدوم ہو سکتی ہے؟ اور انصاف کی دنیا میں ایسے مطلب کے انکار کو کون سنتا ہے؟ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"پس جب کہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا، مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا۔ اس لئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں۔ یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں ٥ اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جبکہ محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے ٥

(انجیل برنباس فصل ۲۲۰ آیت ۱۹ - ۲۰)

انجیل برنباس کے اس حوالہ کا ذکر پادری سیل صاحب نے بھی کیا ہے (دیکھئے مقدمہ ترجمہ قرآن مرتومہ پادری سیل صاحب مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ء)

تورات و انجیل کی ان روشن بشارات کے بعد بھی اگر عیسائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کرنے میں تأمل کرتے ہیں تو اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ انتہائی ہٹ دھرم اور حق ناشناس ہیں جس کا علاج اس جہان میں تو عادتاً ممکن نہیں۔ ہاں مرنے کے بعد ضرور آنکھیں کھلیں گی اور وہاں ان پر منکشف ہو گا کہ انکار حق اور جحود کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اور حق کا تعاون کرنا اور ساتھ دینا کس قدر رضائے الٰہی کا حامل اور ابدی خوشیوں پر منتج ہوتا ہے۔

بالآخر خداوند کریم کا وہ مظہر جمال و جلال سینا اور سعیر سے طلوع ہوتا ہوا کوہ فاران سے آتشیں شریعت لے کر جلوہ افروز ہوا اور اس نے بھٹکی ہوئی دنیا کی رہنمائی کی اور اللہ تعالے کی طرف سے خاتم النبیین کا اعلیٰ اور اکمل خطاب پایا۔ جنہوں نے دنیا میں وہ انقلاب حق پیدا کیا جس کی نظیر ملنا محال ہے جس سے عرب و عجم اور یورپ و ایشیا متمتع ہوئے اور حق و باطل کو یوں متمیز کر دیا کہ اب اس میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش ہی نہیں مگر پرکھنے والی نگاہ درکار ہے ؎

حقیقت ہر نقابِ زندگی سے رونما ہوتی
نظر کی قوتوں کو امتیازِ حق و باطل دے

رحمتِ مہداۃ

جس دنیا کے سردار روح حق، رحمتِ مہداۃ اور اشرفِ کائنات کی بشارت اور خوشخبری حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہما السلام نے دی تھی، جب وہ تشریف لائے تو ربِّ ذوالمنن نے اپنے پاک کلام میں انہیں رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین کے مبارک القاب سے پیش کیا اور پیش محض اس لئے کیا ہے تاکہ آنے والے انسانوں کو بتا دیا جائے کہ جو شخص انسانیت کے شرف اعلیٰ کے مقام بلند پر فائز ہونا چاہتا ہے وہ اپنے خصائص و شمائل اخلاق و عادات کو امام الانبیاء اور سید الرسل کے اسوۂ حسنہ اور اعلیٰ معیار پر پرکھ کر دیکھ لے کہ کہاں تک وہ شرفِ انسانیت کا حامل اور کس قدر روحانیت کا دلدادہ ہے۔ جس قدر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور معیار پیمانے پر پورا اترے گا اسی قدر اس کی ایمانی کیفیت بڑھتی، عملی طاقت نمایاں ہوتی، انفرادی صلاحیتیں نکھرتیں اور اجتماعی زندگی سنورتی چلی جائے گی، کیونکہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی بے شک تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔

اور یہ بالکل ایک واضح حقیقت ہے کہ جب انسان نبوت و رسالت کی شاہراہ سے ہٹ جاتا ہے تو انسانیت کش اور مہلک جراثیم ہر طرف سے اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر جاتے ہیں تو نہ اس میں ایمان و عمل اور اخلاق و روحانیت کی پختگی باقی رہتی ہے اور نہ اس کی بات اور وعدے کا یقین ہوتا ہے نہ تو وہ خوفِ خدا اور للّٰہیت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور نہ اس کی خودی میں استقلال نظر آتا ہے

باقی صـــ پر

شہر شہر سے — ترتیب: مدیر معاون

نظام العلماء پاکستان کا تنظیمی بحران بخیر و خوبی ختم ہو گیا

مولانا درخواستی اور مولانا عبید اللہ انور کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار

صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن ناظم اول، مولانا محمد شاہ امروٹی ناظم دوم، حاجی محمد زمان اچکزئی ناظم سوم اور مولانا امیر حسین گیلانی ناظم چہارم ہوں گے

۲ جون کو مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس لاہور میں طلب کر لیا گیا

لاہور: (چیف رپورٹر) نظام العلماء پاکستان کا تنظیمی بحران جو چند ماہ سے ملک بھر میں جماعتی کارکنوں کے لئے بیحد پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا، ۱۰ مئی کو رات ڈیڑھ بجے باہمی اعتماد و مفاہمت کی فضا میں بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف نے ۱۰ مئی کو لاہور میں مرکزی مجلس عمومی کے ارکان کا ایک اجتماع طلب کر رکھا تھا جس کے بارے میں حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کی طرف سے اعلان ہوا کہ چونکہ یہ اجتماع حضرت الامیر مدظلہ کی اجازت اور حکم کے بغیر ہو رہا ہے اس لئے وہ اور ان کے رفقاء اس میں شریک نہیں ہوں گے تاہم مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے ۹ مئی کو حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اور ان کے سرکردہ رفقاء کو عشائیہ میں مدعو کیا جس میں حاجی محمد زمان خان اچکزئی، مولانا محمد عبد اللہ آف بھکر، صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب، مولانا محمد اجمل خان صاحب، مولانا زاہد الراشدی اور مولانا حمید الرحمٰن امیر ضلع لاہور بھی شریک ہوئے اور اس میں باہمی مفاہمت و مصالحت کے سلسلہ میں طویل بات چیت کے بعد کچھ پیش رفت ہوئی۔

۱۰ مئی کو صبح حضرت مولانا خان صاحب مدظلہ کے طلب کردہ اجلاس کی پہلی نشست مسجد شیرانوالہ گیٹ میں ہوئی جس میں صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب نے اعلان کیا کہ مفاہمت کی بات چیت چل رہی ہے۔ اس لئے اجلاس عشاء کے بعد ہوگا۔

اسی روز حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے ٹیلیفون پر حضرت الامیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ سے متعلقہ امور پر بات چیت کی اور ان سے ہدایات حاصل کیں۔ حضرت درخواستی نے آپ کو مرکزی اور صوبائی تنظیموں کی بحالی کے اعلان کا اختیار دے دیا۔

مغرب کے بعد مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں دونوں طرف سے سرکردہ حضرات کا ایک مشترکہ اجلاس ہوا جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب، حضرت مولانا عبید اللہ انور، حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی، مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب، مولانا عبد الواحد صاحب، مولانا محمد خان شیرانی، مولانا حاجی فقیر محمد خان، حاجی محمد زمان خان اچکزئی، امیر نواز خان، ایڈوکیٹ، مولانا زاہد الراشدی میاں محمد عارف ایڈوکیٹ، مولانا حمید الرحمٰن اور دیگر حضرات نے شرکت کی جس میں طے پایا کہ حضرت الامیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی، ناظم عمومی مولانا عبید اللہ انور اور چاروں مرکزی نائب امراء، مولانا محمد شریف صاحب مولانا عبد الکریم صاحب، مولانا خان محمد صاحب اور مولانا عبد الغفور صاحب حسب سابق رہیں گے مگر باقی عہدہ داروں کے از سر نو انتخاب کا اختیار حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کے طلب کردہ اجلاس کو دے دیا جائے اس فارمولہ میں یہ بھی طے پایا کہ پالیسی سے متعلقہ امور کے تعین کے لئے ۱۶/۱۷ اگست کو مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس لاہور میں ہوگا۔

مشترکہ اجلاس کے بعد جامعہ مدنیہ میں مجلس عمومی کے ارکان کے اجتماع میں اس فارمولہ کی توثیق کی گئی اور مندرجہ ذیل عہدہ دار چنے گئے:

ناظم اول — مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن

ناظم دوم — مولانا سید محمد شاہ امروٹی مدظلہ
ناظم سوم — حاجی محمد زمان خان اچکزئی
ناظم چہارم — مولانا سید امیر حسین گیلانی
خازن — مولانا سید حامد میاں مدظلہ
سالار اعظم — خواجہ عبدالرؤف

مصالحتی فارمولا کی توثیق اور مذکورہ بالا عہدہ داروں کے انتخاب کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور اجلاس میں شریک ہوئے اور مختصر خطاب کے بعد دعا فرمائی اور اس طرح جماعت کا تنظیمی بحران بخیر و خوبی ختم ہوگیا۔

۱۱ مئی کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ناظم عمومی مولانا عبید اللہ انور اور ناظم اول مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن نے جماعتی بحران کے خاتمہ اور مذکورہ بالا فیصلوں کا اعلان کیا اور یہ بھی بتایا کہ بہت سے متعلقہ امور کو نمٹانے کے لئے مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ۶ جون کو لاہور میں طلب کر لیا گیا ہے جس کی صدارت حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی کریں گے اور اس میں جماعتی کام کو آگے بڑھانے اور دوسری جماعتوں کے ساتھ بات چیت کے مسئلہ میں لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

مولانا محمد صدیق کی وفات پر تعزیتی اجلاس

حضرو ۱۳ مئی (پ ر) جامع عربیہ اشاعت القرآن میں ممتاز عالم دین مولانا محمد صدیق آف ٹیکسلا کے قتل پر نظام العلماء ضلع اٹک کا تعزیتی اجلاس ہوا۔ مولانا سکندر خان امیر نظام العلماء ضلع اٹک، مولانا محمد صاحب جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ حضرو۔ مولانا عبد السلام ناظم جمعیت اہلسنت علاقہ چھچھ اور مولانا محمد امتیاز نے مرحوم کی وفات پر رنج و افسوس کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ قاتلوں کو عبرتناک سزا دی جائے نیز مولانا مرحوم کے پسماندگان کو حکومت مالی امداد کرے۔

جناب محمد شریف طاہر کو صدمہ

نظام العلماء ضلع گوجرانوالہ کے راہنما اور مدرسہ قاسم العلوم ساروکی چیمہ کے ناظم جناب محمد شریف طاہر کی والدہ محترمہ گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ انتہائی نیک سیرت اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ نظام العلماء پاکستان کے ضلعی راہنماؤں علامہ محمد احمد لدھیانوی ڈاکٹر غلام محمد مولانا علی احمد جامی اور مولانا گل محمد توحیدی نے مرحومہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

مولانا محمد نواز بلوچ کی گرفتاری اور رہائی

نظام العلماء پاکستان گوجرانوالہ کے سیکرٹری اطلاعات اور جامع مسجد گرجا گھر کے خطیب مولانا محمد نواز بلوچ کو گذشتہ دنوں گوجرانوالہ پولیس نے تحفظ امن عامہ کے تحت گرفتار کر لیا اور موصوف گیارہ دن ڈسٹرکٹ جیل میں رہنے کے بعد سیشن کورٹ سے ضمانت منظور ہونے پر رہا ہو گئے۔

مولانا بلوچ نے جیل میں درس قرآن کریم اور دینی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کی مساعی سے بہت سے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے علاوہ ایک عیسائی نے قبول اسلام کیا۔ رہائی کے بعد انہوں نے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سنت یوسفی پر عمل کرنے اور جیل میں دین حق کی تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے علماء متحد ہو کر پوری قوم کو بیدار کریں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس

گزشتہ دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام جامع مسجد شہداء لاہور میں بعد از نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مجلس لاہور کے امیر الحاج بلند اختر نظامی نے کی۔

کانفرنس سے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی راہنما مولانا محمد شریف جالندھری مولانا عبد الرحیم اشعر، مولانا کریم بخش، مولانا اللہ وسایا، مولانا خدا بخش، مولانا عبد الرؤف مولانا عبد القادر صاحب آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور، شیعہ راہنما مولانا غضنفر علی کراروی مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا محمد یونس نے خطاب کیا۔ مقررین نے اتحاد بین المسلمین استحکام پاکستان، سیرت النبیؐ کے مقدس عنوانات پر خطاب کیا۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری یہ کانفرنس چودھویں کانفرنس ہے۔ اس سے قبل اس نئے سال کے ابتداء سے لے کر آج تک ہم بہاولپور ملتان، کنبری۔ حیدرآباد، ہریا ضلع گجرات ربوہ۔ گوجرہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرانوالہ، سکھر۔ کاسرد الا ضلع سیالکوٹ۔ یہ مغل پورہ لاہور میں تیرہ کانفرنسیں کر چکے ہیں۔ مجلس کی یہ کوشش ہے کہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پوری قوم کو بیدار کیا جائے۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔

۱۔ مردم شماری میں قادیانیوں کا اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے پر قادیانیوں کی دوبارہ مردم شماری کے وعدہ کو پورا کیا جائے۔ اس غیر مسلم اقلیت کا تناسب آبادی معلوم کیا جائے اور اس غاصب غیر مسلم اقلیت کو تمام شعبوں میں ان کے تناسب آبادی کے لحاظ سے ملازمتیں دی جائیں۔

۲۔ مردم شماری میں غلط بیانی دآئین سے بغاوت کا حسب وعدہ ان کے خلاف کیس رجسٹرڈ کیا جائے۔

۳۔ کسی بھی اسلامی حکومت میں کلیدی اسامیاں غیر مسلمانوں سے محفوظ ہونی چاہئیں۔ کلیدی اسامیوں سے فوراً قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

طلبہ کی سرگرمیاں | ترتیب: ظہیر میر

استقامت اور خلوص سے آگے بڑھتے جائیے انشاءاللہ فتح آپ کی ہوگی

شہدائے بالاکوٹ کانفرنس سے حضرت مولانا عبیداللہ انور کا خطاب

مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۵ مئی کو لاہور میں منعقد ہوگا۔

۱۱ مئی بروز پیر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ضلع لاہور کے زیر اہتمام مسجد شہداء ریگل چوک میں ایک عظیم الشان "شہداء بالاکوٹ" کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے نظام العلماء پاکستان کے ممتاز راہنماؤں اور جید علماء کرام نے خطاب کیا۔ یہ کانفرنس حضرت مولانا سید محمد شاہ امروٹی مدظلہ، ناظم نظام العلماء پاکستان کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ مقررین نے شہداء بالاکوٹ سید احمد شہیدؒ اور سید اسمٰعیل شہیدؒ کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شہداء بالاکوٹ کے کارناموں سے عوام کو متعارف کرانے کے لئے سرکاری سطح پر اہتمام کیا جائے۔ مقررین نے کہا کہ انہی مجاہدوں کی قربانی کے نتیجے میں آج ہم آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔ اگر یہ مجاہدین اپنی جانوں کے نذرانے پیش نہ کرتے تو آج ہم بھی غلامی کے بندھنوں میں جکڑے ہوتے۔

مقررین نے کہا کہ وہ قومیں کبھی ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتیں جو اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا دیتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اسلاف کے کارناموں سے نوجوان نسل کو آگاہ کیا جائے۔

اس کانفرنس کے مہمان خصوصی پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور، جنرل سیکرٹری نظام العلماء پاکستان اور صاحبزادہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ناظم نظام العلماء پاکستان تھے۔ مہمانان خصوصی کے علاوہ اس عظیم الشان کانفرنس سے خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب مرکزی سرپرست جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان مولانا لقمان علی پوری۔ مولانا سعید احمد لدھیانوی۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور طالب علم راہنماؤں احقر ظہیر میر، جنرل سیکرٹری جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان۔ خالد محمود ڈوو، نائب صدر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان۔ جناب خالد محمود سومرو، ناظم جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان اور جناب عباس عابدی نے خطاب کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد ادریس اور جناب غلام صدیق فاروقی نے انجام دیئے۔

اس عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے نظام العلماء پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے جمعیۃ طلبہ اسلام کے نوجوانوں کو یہ کانفرنس منعقد کرانے پر مبارکباد دی۔ آپ نے نوجوانوں سے کہا کہ استقامت اور خلوص سے آگے بڑھتے جائیے انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہم اس کرۂ ارضی پر اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ سنسر کی پابندی اٹھالی جائے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے نظام العلماء پاکستان کے ناظم اوّل جناب صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل سید اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آج کے دیسی انگریز کے خلاف جہاد کرے۔ انہوں نے کہا ہم قوم کو مایوس نہیں کریں گے۔

کانفرنس سے خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب نے دلائل کی روشنی میں شہداء بالاکوٹ کی تحریک کے پس منظر حالات و واقعات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ آج ہم اکٹھے ہیں۔ مجھے امید ہے اگر آپ لوگ باہم اتفاق اور اتحاد سے اس مشن کو لے کر آگے بڑھتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک میں شراب نوشی، رشوت ستانی، زنا اور دوسری تمام برائیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائے۔ مقررین نے کہا کہ کمیونزم کی یلغار سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اس ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کو مکمل طور پر نافذ کر دیں۔

مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت جناب ندیم اقبال اعوان صدر جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان بتاریخ ۲۵ مئی بروز پیر دس بجے صبح مدرسہ قاسم العلوم اندرون شیرانوالہ گیٹ میں منعقد ہوگا۔ دعوت نامے جاری کر دیئے گئے ہیں۔ مجلس عاملہ کے جن حضرات کو دعوت نامے موصول نہ ہوئے ہوں وہ اس اعلان کو ہی دعوت نامہ سمجھتے ہوئے بروقت تشریف لائیں۔

(نوٹ) ترجمان اسلام کی گذشتہ اشاعت میں مجلس عاملہ کی میٹنگ ۱۹ مئی کو طلب کی گئی تھی۔ لیکن ندیم اقبال اعوان صاحب ۱۹ مئی کو تین روزہ دورے پر روانہ ہو رہے ہیں اس لئے یہ تاریخ ملتوی کرنا پڑی۔ اب یہ اجلاس ۲۵ مئی کو منعقد ہوگا۔

ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں

نظام العلماء پاکستان میں جو تھوڑے بہت معمولی اختلاف تھے، خدا کا شکر ہے کہ وہ ختم ہو گئے ہیں۔ جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کے مرکزی اور صوبائی راہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں نظام العلماء پاکستان کے راہنماؤں کو دلی مبارکباد پیش کی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ نظام العلماء پاکستان حضرت مولانا عبیداللہ انور اور صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں ایک فعال جماعت کی حیثیت سے کام کرے گی۔

سرحد جمعیۃ کی شوریٰ کا اجلاس اور اہم فیصلے

گذشتہ روز جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سرحد کی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت جناب نجیم خان صدر جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان صوبہ سرحد منعقد ہوا۔ اجلاس میں تنظیمی صورتحال کا جائزہ لیا گیا اور اہم فیصلے کئے گئے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان ضلع مردان کی سطح پر ایک کنونشن منعقد کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ صوبائی عہدداران صوبے کی سطح پر مکمل اور بھرپور تنظیمی دورے کریں گے۔

شہدائے بالاکوٹ کانفرنس

امسال حسب سابق جمعیۃ طلبہ سلام صوبہ سرحد کے زیر اہتمام مرکز کی ہدایات کے مطابق پورے صوبے میں شہداء بالاکوٹ کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ کانفرنس سے جناب ڈاکٹر فدا حسین جناب مولانا حبیب گل صاحب اور طالبعلم راہنماؤں جناب نجیم خان صدر جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان صوبہ سرحد اور دیگر طلبہ نے خطاب کیا۔ پورے صوبے میں کل چودہ مقامات پر بڑے بڑے اجلاس منعقد ہوئے جن میں شہداء بالاکوٹ اور تحریک مجاہدین کے پس منظر اور صحیح حالات و واقعات سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ صوبے کے دیگر مقامات پر بھی بے شمار اجلاس منعقد ہوئے۔

نوٹ: صوبہ سرحد میں مدارس عربیہ کی سطح پر تمام تنظیمیں توڑ دی گئی ہیں کیونکہ دینی مدارس کے طلبہ کا سال ختم ہونے کو ہے۔ تنظیمیں توڑ کر تمام مدارس میں باقاعدہ کنوینر مقرر کئے گئے ہیں۔ طلبہ کا نیا سال شروع ہونے کے ساتھ ہی مدارس میں باقاعدہ انتخابات کروائے جائیں گے۔

گوجرانوالہ: گذشتہ جمعۃ المبارک کو جامع مسجد شیرانوالہ میں جمعیۃ طلبہ سلام گوجرانوالہ حلقہ شیرانوالہ دروازہ کے زیر اہتمام ایک شہداء بالاکوٹ کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے طالب علم راہنماؤں جناب منیر بٹ صدر جمعیۃ طلبہ سلام ضلع گوجرانوالہ۔ جناب ثناء اللہ غالب بلتستانی اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے احقر جنرل سیکرٹری جمعیۃ طلبہ سلام نے شہدائے بالاکوٹ کے کارناموں پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔

نبی صلی اللہ کی بعثت

وہ ادنیٰ سے ادنیٰ لالچ وطمع پر بھی بڑی سے بڑی متاع انسانیت بلکہ رختِ ایمان کو قربان کرنے پر بلا تامل آمادہ ہو جاتا ہے اور ذرا سا دنیوی اور مادّی خوف بھی اس کی فانی زندگی کے ہر شعبہ پر عالم نزع اور سکرات موت طاری کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اور وہ ہر کھلی پکار اور آواز کو اپنے خلاف سمجھتا ہے یحسبون کل صیحۃ علیھم۔ غرضیکہ وہ صراطِ مستقیم اور اسوۂ حسنہ سے الگ ہو کر بدعقیدگی و بے عملی، بے حمیتی و بے غیرتی، کم ہمتی و پست فطرتی، تنگ نظری و بدعہدی دروغ گوئی و بہانہ سازی، مکاری و عیاری، منافقت و تلون مزاجی، بدمزاجی و بداعتمادی عیاشی اور تن آسانی کے عمیق اور پُر خطر گڑھے میں گر جاتا ہے جس سے پند و موعظت سے متاثر ہو کر سینکڑوں چھلانگیں لگانا بھی اس کے لئے سود مند نہیں ہوتا اور اس قعرِ ذلّت سے اس کا نکلنا اگر عادۃً محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے مگر ہاں جس کو ربِّ قدیر اس سے نکلنے کی توفیق مرحمت فرمائے تو اس کے لئے کچھ دشوار نہیں کیونکہ کلید کامیابی اور مفتاح کامرانی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے ؎

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

ہر مسلمان کا یہ ایمانی اور اخلاقی فریضہ ہونا چاہیئے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کا صحیح مطیع اور اس کی عظمت و کبریائی کا ہر وقت ایقان و اذعان کرے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل میں آپ کی اتباع و فرمانبرداری کو اپنے گلے کا زرین ہار بنائے تاکہ وہ اپنی خلقت کا مقصد سمجھ سکے اور اسی محور کے گرد اس کے علم و عمل کی قوت گھومتی رہے اور وہ کامل یقین کر لے کہ اس کے لئے ربِ حقیقی کے دربار کے بغیر تذلل و انکسار کا کوئی اور مقام نہیں اور حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جادۂ مستقیم، محکم آئین اور شریعت غرّا پر عمل کئے بغیر اور کوئی چارہ نہیں